کتاب وسنت اور اقوالِ سلف کی روشنی میں

تحریر

مولانا محمد عبدالقوی

ناشر :
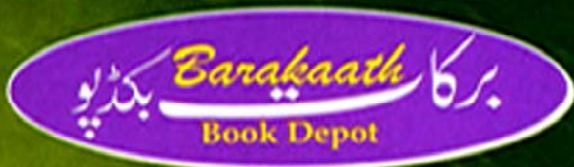
17-1-391/2/M/1, Khaja-Bagh, Sayeedabad, Hyderabad.

تفصیلاتِ طباعت

نام کتاب	امر بالمعروف ونہی عن المنکر
مصنف	مولانا محمد عبدالقوی صاحب مدظلہ
صفحات	۷۲
قیمت	
ناشر	برکات بکڈ پو، خواجہ باغ کالونی، سعید آباد، حیدرآباد

ملنے کے پتے

مکتبہ فیض ابرار نزد مسجد اکبری اکبر باغ، حیدرآباد۔ ۳۶ 04065709415

ادارہ اشرف العلوم خواجہ باغ، نزد پدماوتی گلز کالج سعید آباد، حیدرآباد۔۵۹ 040-24070681

دکن ٹریڈرز، نزد پانی کی ٹانکی، مغل پورہ، حیدرآباد 04024562203

مدرسہ خیر المدارس، چودھری نگر، لاتور 02382 مہارشٹرا 09421956690

مکتبہ دینیات، نزد مدرسہ شاہ ولی اللہ، ٹیانری روڈ، بنگلور۔۵ کرناٹک 08032406733

فہرست مشمولات

میں اپنی اس مختصر سی دینی واصلاحی کوشش کو

☆ **سیدی وسندی حضرت محی السنۃ شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ**

☆ **مخدومہ ومُحسنہ حضرت امی جان (پیرانی) صاحبہ مدظلہا**

☆ **اور اپنے والدین ماجدین کی جانب منسوب کرتے ہوئے**

خوشی محسوس کرتا ہوں کہ

اول الذکر میری ـــــ بلکہ میرے والدین کی بھی ـــــ فکری ودینی تربیت اور صراط مستقیم کی ہدایت کا سب سے بڑا ذریعہ، ثانی الذکر میرے اعمال واخلاق میں سلیقہ وتہذیب کا عنصر شامل کرنے کا نہایت مشفق وسیلہ، اور ثالث الذکر زندگی کے تمام مراحل میں صحیح راہنمائی اور ہر طرح کی سرپرستی کا زینہ ہیں۔

حق تعالیٰ اپنے لطف وکرم سے ان محسنوں کو ان کی بلکہ اپنی شان کے مطابق بہتر سے بہتر جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

ممنونِ احسانات

محمد عبد القوی غفرلہ

تائید وتحسین

از

مخدومی ومرشدی سعید الملت حضرت مفتی سعید احمد صاحب پرنامبٹی مدظلہم العالی
خلیفہ محی السنۃ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حامداً ومصلیاً ومسلما اما بعد!

امر بالمعروف نہی عن المنکر ایک اہم اسلامی فریضہ ہے، سلسلۂ نبوت ختم ہوجانے کے بعد یہ عظیم ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے اس امتِ محمدیہ کے ہر ہر فرد پر اپنی استطاعت کے مطابق لازمی قرار دی ہے، قرآن وحدیث میں جگہ جگہ اس عظیم الشان کام کی اہمیت وفضیلت بیان کی گئی اور اس عظیم فریضہ کو انجام دینے والوں کے لئے جہاں بڑے بڑے انعاماتِ الٰہیہ اور ثوابِ آخرت کے وعدے کئے گئے ہیں وہیں اس سے غفلت اور لاپرواہی کرنے والوں کے لئے سخت عذاب کی وعیدیں بھی وارد ہوئی ہیں۔ ایک حدیث شریف میں ہے: **او لیوشکن اللہ ان یبعث علیکم عذابا من عندہ ثم لتدعنہ ولا یستجاب لکم** یعنی **امر بالمعروف نہی عن المنکر** کی انجام دہی میں اگر کوتاہی کی گئی تو) اللہ تعالیٰ تم پر اپنا سخت عذاب بھیج دے گا، پھر تم اس سے دعائیں کروگے تو تمہاری دعائیں تک قبول نہیں کی جائیں گی۔ (جامع ترمذی) چنانچہ آج غور کرلیں کہ امت جن مصائب اور پریشانیوں سے دوچار ہے باوجودیکہ اس کے حل کے لئے ہر طرح سے تدبیریں کی جارہی ہیں، اسباب اختیار کئے جارہے ہیں، اور حضراتِ صالحین کی دعائیں بھی

برابر ہورہی ہیں، مگر پھر بھی کارگر ثابت نہیں ہورہی ہیں، اس کا ایک اہم سبب یہی ہے کہ ہم اپنی اس اہم ذمہ داری کوفراموش کر بیٹھے ہیں، رات دن ہمارے سامنے معاصی کا بازارگرم ہے، لیکن ہماری ایمانی غیرت اتنی سرد پڑ چکی ہے کہ کان پر جوں نہیں رینگتی، انا للہ وانا الیه راجعون۔

ضرورت تھی کہ اس فریضہ یعنی امر بالمعروف نھی عن المنکر کی اہمیت اور اس سے پہلو تہی کے خطرناک انجام پر قرآن وحدیث اور سلفِ صالحین کی تعلیمات کی روشنی میں کوئی مختصر رسالہ مرتب ہو کر امت کے ہاتھوں تک پہونچے، اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے محبی جناب مولانا محمد عبدالقوی صاحب (حیدرآباد) زیدت معالیہم کو جنھوں نے اس سلسلہ میں الحمدللہ حضراتِ اکابر رحمہم اللہ کی سنت کی تجدید اوران کے نقش قدم پر چلتے ہوئے امر بالمعروف نھی عن المنکر کے نام سے ایک رسالہ لکھا ہے جس کو میں نے جستہ جستہ مقامات سے دیکھا، ماشاء اللہ دلنشیں انداز سے مدلل لکھا گیا ہے، دعا کرتا ہوں حق تعالیٰ شانہ موصوف کی خدمات کو شرفِ قبولیت سے نوازے، ان کی دیگر کتابوں کی طرح اس رسالہ کو بھی مقبول بنائے اوراس کا نفع عام وتام کرے۔ آمین

سعید احمد غفراللہ لہٗ

۲۱ر محرم الحرام ۱۴۳۰ھ مطابق ۱۹ر جنوری ۲۰۰۹ء

الحمد للّٰہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین والصلوٰۃ والسلام علی اشرف الانبیاء وسید المرسلین وعلی اٰلہ وصحبہ اجمعین .اما بعد !

اللہ تعالیٰ نے دین اسلام میں **امر بالمعروف نھی عن المنکر** کو ایک مستقل عمل کی حیثیت دی ہے، قرآن وحدیث میں اس کی بڑی تاکید آئی ہے، گذشتہ اُمتوں کی تباہی کا سبب اسی فریضہ سے غفلت قرار دیا گیا ہے، سرور دو عالم ﷺ نے بار بار مختلف طریقوں سے اس عمل کو ترک کرنیکی وعیدوں اور سخت نقصانات حتی کہ ایسے زمانہ میں دعاؤں بلکہ نیک لوگوں کی دعاؤں تک کے قبول نہ ہونے کی وارننگ دی ہے، اسی لئے سلف صالحین کی خاص امتیازی شان یہی **امر بالمعروف نھی عن المنکر** کا مزاج تھا، اسی کے ذریعہ افراد کی تربیت کی جاتی تھی اور اسی کی برکت سے مجتمع اور معاشرہ اسلامی اقدار کا حامل اور اسکے انوار سے معمور و منور رہا کرتا تھا۔

لیکن ادھر کچھ عرصہ سے اسلام کے دیگر احکام کی طرح **امر بالمعروف ونھی عن المنکر** کے حکم سے بھی غفلت ولا پرواہی بڑھتی جارہی ہے، عوام وخواص اور علماء ومشائخ سب ہی اس فریضے کی ادائیگی میں مداہنت ومسامحت کے خوگر ہوتے جارہے ہیں، اور پہلے ہی دی گئی خبروں کے مطابق جس قدر اس فریضے کی ادائیگی میں کوتاہی بڑھتی جارہی ہے، اسی قدر امت کی زبوں حالی اور فتنہ سامانی میں بھی اضافہ ہوتا جارہا ہے، ایسے شرمناک حالات اور اس قدر دردناک واقعات سامنے آتے اور دن بہ دن بڑھتے جارہے ہیں جن کا زیادہ نہیں چند برس پہلے بھی تصور مشکل تھا۔

راقم الحروف نے جب سے شعور سنبھالا اور جب سے یادداشت ساتھ دیتی ہے تب سے اپنے خاندانی شیخ اور والد ماجد کے —— اور بعد میں میرے بھی —— پیر ومرشد محی السنہ حضرت مولانا شاہ محمد ابرار الحق صاحبؒ کو ہمیشہ، ہر مجلس میں، ہر ملاقات میں، ہر جگہ، خواہ کوئی سا بھی موضوع ہو اس موضوع —— **امر بالمعروف نهی عن المنكر** —— پر گفتگو کرتے اور اس فریضے کے من حیث الجماعت ادائیگی نہ ہونے پر دردناک انداز میں افسوس کرتے اور اسکی طرف خصوصی توجہ دینے کے لئے علماء وعوام کو بڑی دلسوزی کے ساتھ متوجہ کرتے ہوئے سنا ہے، اور خود ان کو بروقت اور نہایت جرأت وحکمت کے ساتھ **امر بالمعروف نهی عن المنكر** کا فریضہ ادا کرنے کے سلسلہ میں علماءِ امت کے درمیان ایک ممتاز اور نمایاں مقام پر پایا ہے، چار دہوں سے زائد عرصہ تک ان کو قریب سے قریب تر ہو کے دیکھا ہے، بچپن سے اشد العمر تک دیکھا ہے، سفر میں دیکھا ہے، حضر میں دیکھا ہے، مجال ہے کہ کوئی منکر ان کے سامنے ہو جائے اور وہ اس پر اعراض یا سکوت فرمالیں، ان کا مزاج یہ تھا کوئی منکر نظر آتا تو اپنوں کو خفگی وناراضگی کے ساتھ مگر درد بھرے انداز میں، پرایوں اور اجنبیوں کو بڑی حکمت ومصلحت اور حفظ مراتب کے ساتھ ضرور نکیر فرماتے تھے، اس سلسلہ میں ان کی غیرت کسی قسم کے تساہل وتغافل کی اجازت نہیں دیتی تھی، زندگی میں ایسے سیکڑوں واقعات نظر سے گذرے اور اپنے بڑوں سے تو اس سے بھی زیادہ سنے، صرف ایک واقعہ بر سبیلِ تذکرہ یہاں بھی ذکر کئے دیتا ہوں، کیونکہ یہ سلسلہ چلا تو پھر قلم کو تھامنا مشکل ہے۔

حضرتؒ بذریعہ ٹرین سکندر آباد اسٹیشن پہونچے، یہ فجر سے قبل کا وقت تھا، طئے پایا کہ اسٹیشن کی مسجد میں باجماعت نماز ادا کر لی جائے، یہ مسجد بہت بڑی اور نئی پختہ تعمیر شدہ تھی، اس کے خطیب سخت قسم کے مخالفِ دیوبندیت پیر صاحب، امام اسی مسلک سے وابستہ عالم اور کمیٹی انہی کی متبع اور ہم رنگ تھی، کسی غیر مسلک کے عالم کو بیان کر

نیکی اجازت تو کیا ہوتی تبلیغی جماعت کا قیام بھی ممنوع تھا، کسی قسم کے اعلان نہ کئے جانیکی نمایاں تختیاں جگہ جگہ لگی ہوئی تھیں، بہر حال! نماز پڑھ لینے میں تو ـــــ ونـری الصلوۃ خلف کل برو فاجر ـــــ کے مطابق ہم اہلِ دیو بند توسع سے ہی کام لیتے ہیں، اسلئے نماز میں شریک ہو گئے، سامنے قبلہ کی دیوار سے ماربل کا چبوترہ بنا ہوا تھا جس پر بغیر کسی حائل کے قرآن مجید جگہ جگہ رکھے ہوئے تھے، حضرتؒ کی نظر اس پر پڑ گئی، وہ قرآن مجید کی تو کیا اس کی نسبت سے کسی اور چیز کی بھی ادنیٰ بے ادبی کو گوارا نہیں کر سکتے تھے، ہم سوچ ہی رہے تھے کہ اب کیا ہوگا؟ اگر حضرت کو التفات نہ ہو تو ٹھیک، اور اگر ہو جائے تو وہ خاموش تو نہیں رہیں گے، ادھر مسجد کا ماحول اس کا متحمل نہیں، بالخصوص ان لوگوں کو ہمارے اکابر کی نکیر وہ بھی بغیر اجازت تو بہت گراں ہوگی؟ جس کا ہمیں خوب تجربہ تھا۔ خدانخواستہ کوئی ذمہ دار یا امام صاحب نے کوئی گستاخی کی تو یہ بات ہمارے لئے ناقابلِ برداشت ہو جائیگی، قصہ مختصر یہ کہ جیسے ہی امام صاحب نے سلام پھیرا حضرت والاؒ اپنی جگہ کھڑے ہو گئے اور صفوں کی جانب رُخ کر کے اعلان فرمایا "دعا کے بعد پانچ منٹ تشریف رکھیں ضروری بات کی طرف توجہ دلائی جائیگی" جب دعا ہو گئی تو حضرت اٹھے اور امام صاحب کے بازو کھڑے ہو کر مصلیوں سے سوال فرمایا "میں دیکھ رہا ہوں کہ مسجد میں مقتدیوں کیلئے صرف ایک ایک جانماز بچھی ہوئی ہے اور امام صاحب کیلئے تین مصلے بچھے ہوئے ہیں، میں پوچھتا ہوں کہ ایسا کیوں؟ سب خاموش رہے، دوبارہ فرمایا: صرف پوچھتا ہوں آپ لوگوں سے! پھر خود ہی فرمایا: یہ نہیں کہتا کہ ایسا نہیں کرنا چاہئے، امام صاحب کا یہ اکرام اسی لئے کیا گیا نا کہ وہ قرآن مجید کے حافظ اور بہترین قاری ہیں؟ اس پر سب نے اثبات میں جواب دیا، اس کے بعد فرمایا "اب کہتا ہوں کہ جس قرآن کے یاد ہونیکی وجہ سے امام صاحب کیلئے تین مصلے بچھے ہوئے ہیں وہ بھی مخمل کے اور قیمتی، خود اس قرآن مجید کے

رکھنے کے لئے بھی کچھ بچھانا چاہئے یا ویسے ہی فرش پر اور پتھروں پر رکھ دینا چاہئے؟ پلٹ کر اس چبوترہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ دیکھئے اللہ تعالیٰ کی کتاب کس طرح بے رحمی سے رکھدی گئی ہے، جیسے ہی لوگوں کی نظر پڑی پوری مسجد میں سے لوگ تیزی سے آگے بڑھے اور قرآن مجید کے نسخوں کو رومالوں اور کپڑوں سے جھاڑ کر الماریوں میں رکھنے لگے، اس کے بعد حضرتؒ نے فرمایا''اس چبوترہ پر مخمل کا ایک قیمتی کپڑا بچھا دیا جائے اور مسجد میں گنجائش نہیں تو اس کی قیمت میں ہدیہ کرنا چاہوں گا'' کسی ذمہ دار نے آگے بڑھ کر کہا: مسجد میں بہت پیسہ ہے مولانا! آج ہی انتظام کر دیں گے امام صاحب نے جو معمر قاری تھے احترام کے ساتھ مصافحہ کر کے رخصت کر دیا۔

یہ مزاج اور یہ انداز تھا ان کی نکیر کا کہ نہی عن المنکر سے چوکتے بھی نہ تھے، اور طریقہ بھی دردمندانہ اور حکیمانہ اختیار کرتے تھے۔ اس جگہ مجھے صرف اس قدر عرض کرنا ہے کہ حضرتؒ کی فکروں ہی کی برکت سے ہم اہلِ تعلق کو یہ فریضہ کسی نہ کسی درجہ میں ادا کرنیکی توفیق مل رہی ہے، مگر انکی چاہت اور معیار کے مطابق خصوصاً جماعتی اعتبار سے اب تک بھی کام نہیں ہو پارہا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی صورتیں بھی پیدا فرمادیں۔ عسیٰ ان یجعل اللہ لھن سبیلا

اب جبکہ حضرت والاؒ ہمارے درمیان نہیں رہے وقتاً فوقتاً کیا؟ ہر وقت ہی قدم قدم پر ان کی یاد تازہ اور ان کی ضرورت محسوس ہوتی رہتی ہے، انکی شفقتیں، مہربانیاں، بندہ نوازیاں، ہمت افزائیاں، مادی وروحانی فیاضیاں، اپنے چھوٹوں کے اچھے کاموں کی اطلاع پا کر چہرہ مبارک پر خوشیوں کا بکھر جانا، ان کی کسی تکلیف والجھن کے معلوم ہوتے ہی غم واندوہ کے بارگراں سے پیشانی مبارک پر بلوں کا پڑ جانا اور گہری سوچ میں مبتلا ہو کر دلِ دردمند سے دعاؤں کے الفاظ کا جاری ہو جانا اللہ اکبر! وہ کیا ادائیں تھیں، کیسی سخاوتیں تھیں، کیسی بے غرض و پُر خلوص شفقتیں تھیں؟ بس جب ان کی یاد آجاتی ہے، دل تڑپ اٹھتا ہے، طبیعت ان کو پانے اور دیکھنے کیلئے بے چین

ہو جاتی ہے تو تھوڑی دیر کیلئے تمام قویٰ مضمحل اور تمام کام مختل ہو جاتے ہیں، پھر انہی کی تعلیمات اور انہی کی ہدایات دستگیری کر کے کام میں مشغول کر دیتی ہیں۔ **فجزاہ اللہ تعالیٰ عنی وعن سائر المسلمین احسن الجزاء وارفعہ بالدرجات العلیٰ آمین**

ایک ایسے ہی موقعہ پر ـــــــ جب کہ دل ان کے مبارک ومنور سراپا میں غرق اور دماغ ان کے درد بھرے ملفوظات میں محو تھا اور کانوں میں انتہائی شیریں وسُریلی آواز میں آیت "**ولتکن منکم اُمۃ**" کی گونج آ رہی تھی ـــــ شدید تقاضہ اور زبردست داعیہ ہوا کہ حضرتؒ کی زندگی کے اس حقیقی مشن ـــ **امر بالمعروف ونھی عن المنکر** ـــ کی ترغیب وتحریص پر ایک مضمون لکھ کر شائع کیا جائے، انہوں نے تو ہمارے لئے بہت کچھ کیا مگر ہم ان کیلئے کچھ نہ کر سکے، چنانچہ یہ مضمون اسی داعیہ قلب کی تعمیل میں مرتب کر کے اس امید پر ہدیۂ ناظرین کر رہا ہوں کہ باصلاحیت علماء کرام اور داعیین عظام ـــ بالخصوص نو فارغ علماء ـــ اس فریضے کو اسکے حقیقی پس منظر اور لازمی تقاضوں کے مطابق قائم کرنے کی اپنی ذمہ داری پوری کرنے میں کچھ مدد پا سکیں اور حضرتؒ کیلئے ان کے ایک خادم ابن خادم کی طرف سے ایصالِ ثواب کا سبب ہو جائے۔ اللہ کرے کہ اس حقیر سی کاوش کو اسکی بارگاہ میں شرفِ قبول حاصل ہو اور امت مسلمہ کیلئے اس کا نفع عام وتام ہو۔ آمین

برحمتک یا ارحم الراحمین وصلی اللہ علی النبی الکریم .

والسلام

محمد عبدالقوی غفرلہ

امر بالمعروف نہی عن المنکر ایک فریضۂ واجبہ ہے

(۱)اس اصطلاح کی تعریف لغوی وشرعی:

لغت میں

امر: کسی کام کے کرنے کا حکم   معروف: بھلی اور پسندیدہ بات

نہی: کسی کام کے نہ کرنے کا حکم   منکر: بُری اور ناپسندیدہ بات

اصطلاحِ شرع میں:

امر بالمعروف: نجات دلانے والی بھلی باتوں کی راہنمائی کرنا

یا بندوں کو نیکیوں کا راستہ دکھلانا

یا اُن باتوں کا حکم کرنا جو کتاب وسنت کے مطابق ہوں

یا ایسے اقوال واعمال کی راہنمائی کرنا جن سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتے ہوں

نہی عن المنکر: جو چیزیں شریعت میں ناپسندیدہ ہیں ان پر تنبیہ کرنا

یا بندوں کو بری باتوں سے روکنا

یا نفسانی اور شہوانی تقاضوں پر عمل سے روکنا

یا شریعت وشرافت جن چیزوں سے نفرت کرتی ہے ان سے روکنا

(کتاب التعریفات للجرجانی ص:۴۶)

خلاصۂ مضمون

امر بالمعروف نہی عن المنکر ایک اسلامی اصطلاح اور خاص عبادت ہے، اور اس کی حقیقت اللہ کے بندوں اور انسانی معاشرہ کے ساتھ ہمدردی وخیرخواہی

ہے، اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا خیر خواہ اور اس کی دنیا وآخرت کا ہمدرد ہو، اسلئے اس نے پورے اسلامی معاشرہ کیلئے انفرادی واجتماعی طور پر اس کام کو لازم کردیا کہ ہر مسلمان اپنی ذات سے اللہ تعالیٰ کی مرضیات اور اس کے احکام وہدایات کی پابندی تو کرتا ہی رہے، اسی کے ساتھ ساتھ اپنے سماج کے ہر فرد کو بھی حسبِ مراتب اچھی باتوں کا حکم دیتا رہے اور بری باتوں سے روکتا رہے، یہ ایک ایسا فریضۂ عادلہ ہیکہ اس کی مقدار ومراتب میں کمی زیادتی تو ہوسکتی ہے مگر کسی کیلئے بھی بلا عذر شرعی معافی نہیں ہوسکتی ۔اگلے صفحات میں اس اجمال کی تفصیل بیان کرنیکی کوشش کی گئی ہے۔

تمہید:

اسلام ایک آفاقی وابدی مذہب ہے، اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کا سلسلہ خاتم النبین ﷺ پر ختم ہوگیا ہے، اسلئے ضروری تھا کہ اسلام میں تحفظِ دین وبقاءِ اسلام کا کوئی ایسا نظام تجویز کردیا جاتا جسکے ذریعہ سے ایک طرف مسلمانوں کو دینی تقاضوں سے غفلت برتنے اور لاپرواہی میں پڑجانے سے محفوظ رکھا جاسکتا تو دوسری جانب غیر مسلموں تک اسلام کو پہونچانے اور اسکی جانب دعوت دیتے رہنے کا سامان بھی کیا جاسکتا، شریعت اسلامی نے چنانچہ اسی ضرورت کی تکمیل کے واسطے اپنے ماننے والوں پر **دعوت الی اللہ** اور **امر بالمعروف ونھی عن المنکر** کی ذمہ داری قطعی طور پر لازم کردی ہے کہ بقدر استطاعت ہر مسلمان اس ذمہ داری میں اپنے حصہ کو ادا کرے، بصورت دگر شخصی فرائض وواجبات کو ادا کرنے کے باوجود بھی اللہ تعالیٰ کے مواخذہ سے سبکدوش نہ ہوسکے گا۔

(۲) فریضہ ''امر ونہی'' قرآن کریم کی روشنی میں

● ارشاد ربانی ہے:

کُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ (آل عمران:۱۱۰)

تم ایک بہترین امت ہو، جو لوگوں کی نفع رسانی کیلئے برپا کی گئی ہو (تمہاری خصوصیت یہ ہیکہ) تم اچھی باتوں کا حکم دیتے ہو اور بری باتوں سے روکتے ہو، اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو۔

دیکھئے! آیہ شریفہ میں سماج کی صلاح و بہبود کا تمام مسلمانوں کو ذمہ دار بتلایا گیا ہے، بلکہ اس امت کی امتیازی خصوصیت یعنی خیر امت ہونے کی شرط ہی **امر بالمعروف ونھی عن المنکر** کو قرار دیا گیا ہے، جیسا کہ ائمہ تفسیر میں سے مجاہدؒ اور زجاجؒ کا قول ہے، جبکہ اس قول کی تائید حضرت عمر بن خطابؓ کے اس ارشاد گرامی سے بھی ہوتی ہے کہ آپؓ نے فرمایا: جو شخص اس فضیلت کا مستحق بننا چاہتا ہے جو اُس آیت میں مذکور ہے تو اسے چاہئے کہ اسکی شرط کو پورا کرے یعنی **امر بالمعروف ونھی عن المنکر** کا فریضہ ادا کرے۔ (زاد المسیر ص:۱۹۱)

امام ابن کثیرؒ اس آیت کے ذیل میں امت محمدیہ کے فضائل اور خیر امت ہونے کے دلائل پر مشتمل متعدد روایات درج کرنے کے بعد فرماتے ہیں: یہ تمام احادیث مبارکہ کُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ کی وضاحت کرتی ہیں، اور یہ بتلاتی ہیں کے جو شخص ان صفات سے متصف ہوگا وہی اس فضیلت کا مستحق ہوگا، جیسا کہ حضرت عمرؓ سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا: ''جو شخص خیر امت ہونے کی فضیلت میں شامل ہونا چاہتا ہے اس پر لازم ہے کہ ان شرائط کو پورا کرے جو آیت شریفہ میں بیان کی گئی ہیں'' یعنی **امر بالمعروف ونھی عن المنکر** کا اہتمام کرتا رہے۔

(تفسیر القرآن العظیم:۱/۳۷۴)

مفسرِ قرآن کلبیؒ فرماتے ہیں:

یہ آیت دیگر امتوں پر امتِ محمدیہ کی فضیلت کو ظاہر کرتی ہے، اور اس میں اس

بات کی دلیل ہے کہ یہ امت تمام امتوں سے مطلقاً بہتر و برتر ہے، یہ بھی واضح رہے کہ خیریت کی یہ فضیلت اس امت کے تمام افراد کیلئے ہے، خواہ وہ اگلے لوگ ہوں یا پچھلے، یہ اور بات ہیکہ اس خیریت کے مراتب میں کمی زیادتی ہوسکتی ہے، جیسا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین کی بزرگی کو کوئی دوسرا شخص نہیں پاسکتا۔ پھر یہ خیریت وفضیلت اسی وقت تک ہے جب تک کہ امت **امر بالمعروف ونھی عن المنکر** کے فریضہ پر قائم اور اس صفت سے متصف بھی ہو، چنانچہ جو لوگ اس فریضے کو ترک کردیتے ہیں تو یہ فضیلت ان سے زائل ہوجاتی ہے۔

(مکاشفۃ القلوب ص:۷۰)

● اس آیت سے کچھ ہی پہلے اللہ تعالیٰ نے اس کام کیلئے تاکیدی ہدایت دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

(آل عمران:۱۰۴)

تم میں ایک جماعت ہونی چاہئے، جو لوگوں کو خیر اور بھلائی (اسلام اور اطاعت خداوندی) کی طرف بلائے اور اچھی باتوں کا حکم دے اور بری باتوں سے روکے، اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

ابن جوزیؒ فرماتے ہیں: آیت میں خیر کی طرف دعوت سے مراد بعض کے نزدیک اسلام کی طرف دعوت ہے اور بعض دوسروں کے نزدیک اطاعۃ اللہ کی طرف دعوت ہے۔ "معروف" نیک اور بھلے کام کو کہتے ہیں اور "منکر" برے اور عقل وشرع کے نزدیک ناپسندیدہ حرکت کو کہتے ہیں۔

زجاجؒ فرماتے ہیں آیت کے معنی یہ ہیں کہ تم سب کے سب دعوت الی الخیر، **امر بالمعروف ونھی عن المنکر** کا کام کرتے رہو، کیونکہ **من** یہاں

تبعیض کے معنی میں نہیں ہے، بلکہ جس طرح فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ کے معنی "بتوں میں سے جو گندے ہیں ان سے بچو" نہیں کیا جا سکتا بلکہ اس کا صحیح مطلب "تمام بتوں سے بچو کیوں کہ وہ سب گندے ناپاک ہیں" ہوتا ہے، (اسی طرح وَلْتَکُنْ مِنْکُمْ اُمَّۃٌ کا ترجمہ "تم سب امتیوں کا وصف یہ ہونا چاہیئے" ہوگا) البتہ یہ ترجمہ بھی درست ہوسکتا ہے کہ تم لوگوں میں ایک جماعت مستقل اسی کام کیلئے بھی ہونی چاہیئے۔ (زادالمسیر ص:۱۸۸)

حاصل کلام یہ نکلا کہ یہ کام بحیثیت مجموعی اگر چہ تمام مسلمانوں پر اپنی استطاعت اور صلاحیت کے بقدر واجب ہے، مگر اسکے ساتھ ایک جماعت کا مستقلا اس کام کیلئے مختص وموجود ہونا بھی اسلامی سماج کے بقاء کے لئے ضروری ہے، تاکہ وہ جماعت دین کے تمام شعبوں پر نظر رکھتے ہوئے تفصیل واہتمام کے ساتھ **امر بالمعروف ونھی عن المنکر** کے فریضے کو بجالاتی رہے، اور اس فریضے کا وہ حصہ جو عامۃ المسلمین کے دائرہ قدرت وعمل سے باہر ہے اسکی تکمیل کرتی رہے۔

حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں دعوت الی الخیر سے مراد کتاب وسنت کے اتباع کی دعوت ہے، جیسا کہ ابن مردویہؒ سے منقول ہے، اور آیت شریفہ کا مقصود یہ ہیکہ اگر چیکہ **امر بالمعروف ونھی عن المنکر** پوری امت کا فریضہ ہے مگر ساتھ ہی ایک جماعت کا امت میں مستقل اسی کام کیلئے ہونا بھی ضروری ہے جو پوری ذمہ داری کے ساتھ احکام کے مطابق انسداد فواحش ومنکرات کا کام کرتی رہے۔ (۱/۳۶۸ ملخصاً)

علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں: اس سے قبل کی آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو "تکمیل نفس"، یعنی اپنی ذات کی ہدایت واصلاح کا حکم دیا تھا، اب اسکے بعد "تکمیل غیر"، یعنی سماج کی ہدایت واصلاح کی ذمہ داری دے رہے ہیں، تاکہ مسلمان ہدایت یافتہ ہونے کے ساتھ ساتھ ہدایت دہندہ بھی بن جائیں، جسطرح منکرین اسلام خود بھی گمراہ ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے رہتے ہیں، "دعوت الی الخیر" کے بعد

امر بالمعروف ونهی عن المنکر کا ذکر ''عطف الخاص علی العام'' کے قبیل سے ہے ،اور اس کا منشاء دیگر خیرات وحسنات میں اسکی اہمیت وافضلیت کو اجاگر کرنا ہے، علماء کا اس پر اجماع ہے کہ **امر بالمعروف ونہی عن المنکر** ''فرض کفایہ'' ہے ، البتہ اسمیں اختلاف ہے کہ '' فرض کفایہ'' آیا تمام مسلمانوں پر واجب ہوتا ہے، یا بعض کے ادا کرنے سے دوسروں کے ذمہ سے بھی ساقط ہو جاتا ہے، یا صرف بعض کے ذمہ واجب ہوتا ہے؟ جمہور علماء کے نزدیک پہلی بات زیادہ صحیح ہے کے اصلاً تمام آحاد وافراد امت پر واجب ہوتا ہے، اور دلیل یہ دیتے ہیں کہ اگر کوئی بھی اس فریضہ کو ادا نہ کرے تو سب گنہ گار ہوتے ہیں، اگر سب پر فرض نہ ہوتا تو ترک کی صورت میں سب گنہگار کیوں ہوتے ؟ اسی لئے جمہور علماء **ولتکن منکم** میں ''من'' کو ''تبیین'' کیلئے مانتے ہیں '' تبعیض'' کیلئے نہیں۔

(روح المعانی ۲/۱۰۳ ملخصاً)

شاہ عبد القادرؒ صاحب فرماتے ہیں !اس آیت سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں میں فرض ہے ایک جماعت قائم رہے جہاد کرنے کو، اور دین کی باتوں کے مقید رکھنے کو ،تا کہ دین کے خلاف کوئی نہ کرے۔اور جو اس کام پر قائم رہے کامیاب ہیں، اور یہ طریقہ کہ کوئی کسی سے تعرض نہ کرے اور یوں خیال کرے کہ '' موسیٰ بدین خود عیسیٰ بدین خود'' (یعنی جسکو جو کرنا ہے کرے ہمیں کیا؟) یہ راہ مسلمانی کی نہیں۔

(معارف ادریسی: ۲/۳۰)

● ایک جگہ اللہ تعالیٰ نے مومن مردوں اور مومن عورتوں کی باہمی مودت و دوستی اور اس دوستی کا حق ادا کرتے رہنے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ	مومن مرد ،مومن عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں، اچھی باتوں کا حکم دیتے ہیں، بری باتوں

الصَّلوٰةَ وَيُؤتُونَ الزَّكوٰةَ و يُطِيعُونَ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ أُولٰئِكَ سَيَرحَمُهُمُ اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ

(سورۃ التوبہ آیت:۷۱)

سے روکتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں، زکوۃ ادا کرتے ہیں اور اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت کرتے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ عنقریب رحم فرمانے والا ہے اور اللہ تعالیٰ غالب ہے حکمت والا ہے۔

● اسی سورہ میں منافقین کا حال بالکل اس کے برعکس بیان کیا گیا ہے۔

اَلْمُنَافِقُونَ وَالْمُنَافِقَاتِ بَعْضُهُمُ مِنْ بَعْضٍ يَأمُرُونَ بِالْمُنكَرِ وَيَنهَونَ عَنِ الْمَعْرُوفِ وَيَقْبِضُونَ اَيدِيَهُمْ نَسُوااللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ اِنَّ الْمُنَافِقِينَ هُمُ الْفَاسِقُونَ

(سورۃ التوبہ آیت:۶۷)

منافق مرد اور منافق عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں وہ ایک دوسرے کو بری باتوں کا حکم دیتے ہیں، بھلی باتوں سے روکتے ہیں، اور اپنے ہاتھوں کو (خیر خیرات سے) روکے رکھتے ہیں، انہوں نے اللہ تعالیٰ کو بھلا دیا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے بھی انہیں بھلا دیا ہے، یقیناً منافق لوگ ہی نافرمان ہیں۔

ان آیات میں مومنوں اور منافقوں کی خصوصی علامتوں کو واضح طور پر بیان کر کے اس کے ذریعہ اس حقیقت کو اجاگر کیا گیا ہے کہ سماج میں اچھی باتیں پھیلانا او ر بری باتوں سے امت کو روکتے رہنا تقاضۂ ایمان ہے، اسکے برخلاف بری باتوں کو پھیلانا اور اچھی باتوں سے لوگوں کو روکتے رہنا خاصۂ نفاق وشقاق ہے۔

● ایک اور جگہ منافقین بنی اسرائیل کی بدحالی بیان فرما کر اسکی وجہ ان کے علماء کی جانب سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے چشم پوشی کو قرار دیا، اور

ان کے علماء کی سخت ترین الفاظ میں مذمت کی گئی ہے، ملاحظہ ہوں:

وَتَرٰی کَثِیْراً مِّنْھُمْ یُسَارِعُوْنَ فِی الْاِثْمِ وَالْعُدْ وَانِ وَاَکْلِھِمُ السُّحْتَ، لَبِئْسَ مَاکَانُوْا یَعْمَلُوْنَ لَوْلَا یَنْھٰھُمُ الرَّبَّانِیُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِھِمُ الْاِثْمَ وَاَکْلِھِمُ السُّحْتَ لَبِئْسَ مَا کَانُوْا یَصْنَعُوْنَ (سورۃ المائدہ آیت:۶۳،۶۲)

اور آپ دیکھتے ہیں کہ ان میں سے اکثر لوگ گناہوں، ظلم کے کاموں اور حرام خوری میں آگے نکل گئے تھے، یہ انکی بہت بری حرکت تھی، ان کے علماء ومشائخ نے گناہ کی باتوں اورحرام خوری سے انہیں کیوں نہیں روکا؟ یہ انکی بدترین سازش تھی۔

حافظ ابن کثیرؒ نے اس آیت کے ذیل میں حضرت علیؓ کا ایک خطبہ نقل فرمایا ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی تعریف وتوصیف کے بعد فرمایا: لوگو! تم سے پہلے لوگوں کی ہلاکت ان کے عوام کی گناہوں پر جرأت اور علماء وصلحاء کی طرف سے نکیر واصلاح میں کوتاہی کی وجہ سے ہوئی تھی، جب یہ سلسلہ دراز ہوتا چلا گیا تو وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب میں گرفتار کئے گئے، پس تم لوگ **امر بالمعروف نہی عن المنکر** کرتے رہو قبل اسکے کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی عذاب تم پر نازل ہوجائے، اورجان رکھو کہ اچھی باتوں کے حکم دیتے رہنے اور بری باتوں سے لوگوں کو روکتے رہنے کا کام نہ تمہاری روزی کو گھٹائے گا اور نہ عمر میں کمی کرے گا۔ یعنی بے خوف وخطر اس ذمہ داری کو نباہتے رہو۔

اسی طرح حضرت ابن عباسؓ کا قول نقل فرمایا کہ پورے قرآن میں اس آیت سے زیادہ سخت تنبیہ کسی اور آیت میں نہیں ہے، اور ضحاکؒ کا قول نقل کیا ہے کہ میرے علم میں پورے قرآن میں اس سے زیادہ خوفناک آیت کوئی اور نہیں ہے۔

(تفسیر ابن کثیر:۷۱/۲)

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں:

جب خدا کسی قوم کو تباہ کرتا ہے تو اس کے عوام گناہوں اور نافرمانیوں میں غرق

ہو جاتے ہیں ،اور اسکے خواص یعنی درویش اور علماء گونگے شیطان بن جاتے ہیں ، بنی اسرائیل کا حال یہی ہوا کہ لوگ عموماً دنیوی لذات وشہوات میں منہمک ہو کر خدا کی عظمت وجلال کو اور اس کے قوانین واحکام کو بھلا بیٹھے، اور جو مشائخ اور علماء کہلا تے تھے انہوں نے **امر بالمعروف ونھی عن المنکر** کا فریضہ ترک کر دیا، کیونکہ دنیا کی حرص اور اتباعِ شہوات میں وہ اپنے عوام سے بھی آگے تھے، مخلوق کا خوف یا دنیا کا لالچ حق کی آواز بلند کرنے سے مانع ہو جاتا تھا ، اسی سکوت اور رہبانیت سے پہلی قومیں تباہ ہوئیں ،اسی لئے امتِ محمدیہ کو بے شمار نصوص میں بہت ہی سخت تاکید کی گئی ہے کہ کسی وقت اور کسی شخص کے مقابلہ میں بھی اس فرض **امر بالمعروف ونھی عن المنکر** کے ادا کرنے سے تغافل نہ برتیں۔

یہ صرف پانچ آیات اور انکی تفسیر ہے ورنہ **امر بالمعروف نھی عن المنکر** کے سلسلہ میں قرآن کریم میں تیرہ آیتیں تو انہی الفاظ کے ساتھ نازل ہوئی ہیں ،اور جو تذکیر وتبلیغ ،نصیحت وموعظت ،ارشاد وانذار، دعوت وہدایت، جیسے الفاظ وتعبیرات کے ذریعہ اس فریضہ کی جانب مخاطبین قرآن کو متوجہ ومتنبہ کرتی ہیں وہ بیشمار ہیں۔

(۳) فریضہ ”امر ونہی“ احادیثِ شریفہ کی روشنی میں

آیات قرآنیہ کے بعد اب چند احادیث نبویہ کو بھی ملاحظہ کر لیجئے۔

● **عن عائشةؓ قالت سمعت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یقول مروابالمعروف وانهواعن المنکرقبل ان تدعوا فلایستجاب لکم**

(ابن ماجہ ۴/۴۰۰)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا **امر بالمعروف ونھی عن المنکر** کرتے رہو، اس سے پہلے پہلے کہ (برائیوں کے شیوع سے ایسا وقت آجائے) کہ تم دعائیں مانگو تو قبول نہ کی جاویں۔

● عن حذیفةؓ عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال والذی نفسی بیدہ لتأمرن بالمعروف ولتنھون عن المنکر ، اولیوشکن اللّٰہ ان یبعث علیکم عقابامنہ ثم لتدعونہ فلا یستجاب لکم (ترمذی ۲۱٦۹)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:اس ذات کی قسم جسکے قبضہ میں میری جان ہے تم لوگ امر بالمعروف ونھی عن المنکر اہتمام سے کرتے رہو، ورنہ قریب ہیکہ اللہ تعالیٰ تمہارے اوپر اپنی جانب سے عذاب نازل فرمادینگے، پھراس کے بعد تمہاری دعائیں تک قبول نہ ہوں گی۔

اسی طرح ’’سنن ابوداوٗد‘‘ میں جلیل القدر صحابی حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے روایت ہیکہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دفعہ بنی اسرائیل کی تباہی کی وجہ بتاتے ہوئے ارشادفرمایا کہ ’’بنی اسرائیل میں جوزوال آیا اسکی ابتداء اسطرح ہوئی کہ ایک آدمی کسی کو برائی کا کام کرتا ہوا دیکھتا تھا تو اسکو وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے اوراس معصیت سے بازآجانیکی تلقین کرتا تھا، لیکن جب اگلے روز اس سے ملاقات ہوتی تو اس معصیت کو ترک نہ کرنے کے باوجود بھی اسکے ساتھ بیٹھنے اورکھانے ، پینے ،یعنی دوستانہ تعلقات رکھنے سے اجتناب نہیں کرتا تھا۔ جب لوگوں کے ایسے حالات ہوگئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے قلوب ایک دوسرے سے خلط ملط کردئے ، پھرآپ ﷺ نے بطوراستشہادقرآن کریم کی درج ذیل آیات کی تلاوت فرمائی۔

لُعِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ عَلٰی لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ ذٰلِکَ بِمَا عَصَوْا وَّکَانُوْا یَعْتَدُوْنَ

بنی اسرائیل کے نافرمانوں پر حضرت داوٗد اور حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کی زبانوں سے لعنت کی گئی یہ اسلئے کہ انہوں نے ان بری باتوں کا ارتکاب کیا تھا جن سے انہیں روکا گیا تھا،

كَانُوْا لاَ يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُنكَرٍ فَعَلُوْهُ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ
(سورۃ المائدہ آیت:۷۸،۷۹)

وہ لوگ ایک دوسرے کو برے کاموں کے ارتکاب سے روکا نہیں کرتے تھے یہ بہت بری حرکت تھی جو وہ لوگ کیا کرتے تھے۔

ان آیات کی تلاوت کے بعد آپؐ نے اپنی امت کو ان لوگوں کی اس حرکت اور اسکے اثرات بد سے خبردار کرتے ہوئے سخت الفاظ میں تنبیہ فرمائی۔

● کلا ! واللّٰہ لتأمرن بالمعروف، ولتنهون عن المنكر ولتأخذن على يد الظالم، ولتأطرنه على الحق اطراً ولتقصرنه على الحق قصراً
(ابوداؤد باب الامر والنہی)

خبردار! تم لوگ امر بالمعروف ونهي عن المنكر کا فریضہ اہتمام سے ادا کرتے رہو، اور ظالم کو ظلم سے باز رکھتے رہو، اور اسکو حق کی جانب مائل کرتے رہو اور حق کی طرف پھیرتے رہو۔

ایک دوسری روایت کے مطابق اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا

● اوليضربن اللّٰه بقلوب بعضكم على بعض، ثم ليلعنكم كمالعنهم
(ابوداؤد باب الامر والنہی)

ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے قلوب ایک دوسرے کے ساتھ خلط ملط کردے گا پھر تمہارے اوپر لعنت کی جائیگی جیسے بنی اسرائیل پر کی گئی تھی۔

● عن ابى بكرؓ قال انى سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول مامن قوم يعمل فيهم بالمعاصى ثم يقدرون على ان يغيروا ثم لايغيروا ، الا يوشک

حضرت ابوبکرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس قوم کے اندر گناہوں کی کثرت ہوجائے، اور وہ قوم اسکی اصلاح پر قدرت رکھنے کے باوجود انکی

ان یعمھم اللّٰہ منہ بعقاب اصلاح نہ کرے تو اللہ تعالیٰ ان پر عمومی عذاب نازل فرمادیتے ہیں۔ **(ابوداؤد ،باب الامر والنھی)**

علامہ عبدالرؤف مناویؒ اسی قسم کی ایک روایت کی تشریح میں فرماتے ہیں: بخدا! دنیامیں دومیں سے ایک بات کا موجود ہونا ضروری ہے، یا تو تمہاری طرف سے **امر بالمعروف ونھی عن المنکر** کا فریضۂ عادلہ موجود رہے گا، یا اگر وہ نہیں تو پھر اللہ تعالیٰ کا عذاب عظیم آموجود ہوگا۔ پھر معلوم ہونا چاہیئے کہ دعاؤں کا قبول ہونا، نظام زندگی کا بہتر رھنا، اور نبی کی شریعت کا قائم ودائم رہنا یہ سب امور **امر بالمعروف** اور **نھی عن المنکر** کی بنیاد مستحکم ہونے پر موقوف ہیں۔ اسلئے ہر مسلمان کے ذمہ ’’امر ونہی‘‘ کا فریضہ ادا کرتے رہنا لازم ہے، یہاں تک کہ اس شخص کیلئے بھی جو خود اس جیسے منکر میں مبتلا ہے، حدیث مذکور میں معاصی پر نکیر وتذکیر کے ضروری ہونے کا انکار کرنے والے کو تنبیہ کی گئی اور ڈرایا گیا ہے کہ ایسے شخص کا عذاب دفع نہ ہوگا اور دعائیں قبول نہوں گی، یہ سخت ترین وعید ہے جبکہ ایک عقلمند کو اس سے بہت کم تنبیہ بھی کافی ہوجانی چاہئے۔ (فیض القدیر ۵/ ۳۱۷)

● **عن ابی سعید رضی اللّٰہ عنہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من رأی منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ ، فان لم یستطع فبلسانہ ، فان لم یستطع فبقلبہ ، وذالک اضعف الایمان،** (مسلم:۱/ ۶۹ الایمان)

حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، تم میں سے جو کوئی کسی منکر کو دیکھے تو اسکو چاہیے کہ وہ اسکو اپنے ہاتھ (یا اثر و رسوخ) سے بدل (کر درست کر) دے، پس اگر وہ (کسی وجہ سے) ایسا نہ کر سکے تو زبان سے نکیر کردے، اور اگر ایسا بھی نہ کر سکے تو (کم ازکم) اپنے دل سے اس منکر کو بُرا سمجھے، اور

(یہ آخری صورت) سب سے کمزور
ایمان ہے۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں:''فلیغیرہ'' امر کا صیغہ ہےاور باجماع امت یہ حکم واجب ہے، کیونکہ قدرت ہونیکی صورت میں امر بالمعروف اورنھی عن المنکر کتاب وسنت اوراجماع امت کی روشنی میں واجب ہے، کیونکہ یہ کام دراصل مسلمانوں کے ساتھ خیرخواہی وہمدردی ہے جب کہ مسلمانوں کی نصیحت وخیرخواہی ہی ''اصل دین'' ہے،جیسا کہ حدیث ''الدین النصیحۃ'' سے معلوم ہوتا ہے، چنانچہ اس کے واجب ہونے کا انکار سوائے بعض روافض کے امت میں کسی اور نے نہیں کیا ہے،اورروافض کا انکار کرنا مسئلہ کے ثبوت میں چنداں مضر نہیں ہے، کیونکہ اسکے واجب ہونے پر امت کا اجماع اسوقت منعقد ہو چکا ہے جب کہ ان لوگوں کا ظہور بھی نہیں ہوا تھا، جہاں تک ارشاد ربانی ''عَلَیْکُمْ اَنْفُسَکُمْ لَایَضُرُّکُمْ مَنْ ضَلَّ اِذَااھْتَدَیْتُمْ'' کا تعلق ہےتو (وہ بھی اس کام کے وجوب کے منافی نہیں ہوسکتا اسلئے کہ) علماء محققین اور مفسرین کی صراحت کے مطابق اس کا مطلب یہی ہیکہ جب تم نے امر بالمعروف اورنھی عن المنکر کا اپنا فریضہ ادا کردیا تو اب اسکے باوجود انکے بھٹکنے اور گمراہ ہوجانیکا وبال تم پر کچھ نہ ہوگا، یعنی جب تم نے نکیر کردی تو تمہاری ذمہ داری پوری ہوگئی، خواہ وہ قبول کرکے عمل کرے یانکرے، اسلئے کہ تمہاری ذمہ داری صرف امرونہی کی تھی نہ کہ قبول کروانے کی ،آیت کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ امرونہی ہی ترک کردی جائے۔جبکہ ارشاد ربانی ہے : اِنْ عَلَیْکَ اِلَّا الْبَلَاغُ (مسلم شرح النووی:۲/۲۱۸)

علامہ ظفر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں اس حدیث شریف کی تشریح میں بعض علماء نے فرمایا کہ یہ درجاتِ ایمان کی تقسیم ہے،اور بعض علماء یہ فرماتے ہیں کہ یہ دائرۂ عمل کی تقسیم ہے یعنی منکر کا ازالہ طاقت وقوت کے ساتھ تو امراء یعنی امام کا کام ہے،

اورزبان سے علماء کا، اورقلب سے ضعفاء کا یعنی جنکے پاس نہ علم کی قوت ہے اور نہ اقتدار کی طاقت ہے۔ (احکام القرآن ۲/۳۹)

● حضرت جریرابن عبداللہ سے روایت ہیکہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ما من رجل یکون فی قوم یعمل فیھم بالمعاصی ،یقدرون علی ان یغیروا علیه ،ولا یغیرون ، الا اصابھم اللّٰه بعقاب قبل ان یموتوا (ابوداؤدوابن ماجہ)

کسی قوم میں اگرکوئی شخص اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے،اوراس قوم کے لوگ اس شخص کوایسی حرکت سے روک سکتے ہیں پھربھی لاپرواہی سے نہیں روکتے تو وہ قوم مرنے سے قبل ضرور اللہ تعالیٰ کے عذاب میں مبتلا کردی جائیگی۔

● حضرت نعمان بن بشیرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے منکرات پر سکوت وخاموشی اختیار کرنیوالوں کی حماقت کوایک عام فہم مثال سے واضح کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ مثلاً کچھ لوگ کشتی میں سفر کررہے ہوں، اور وہ کشتی دومنزلہ ہو، اس کے اوپر پانی کا ٹینک ہو، نیچے والوں کوبھی پانی لینے کے لئے اوپر ہی جانا پڑتا ہو، ایسے میں اگرکوئی حماقت سے یہ سوچے کہ ہمارے بار باراوپر جانے سے اوپر کی منزل والوں کوزحمت ہورہی ہوگی،اس لئے بجائے ان کوزحمت دیکر وہاں سے پانی لانے کے نچلی منزل کاتختہ توڑکرسمندر سے ہی کیوں نہ پانی لے لیا جائے؟

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

فان ترکوا ھم وما ارادوا ھلکوا جمیعا وان اخذوا علی ایدیھم نجوا ونجوا جمیعاً (مشکوٰۃ: کتاب الآداب)

اگراوپر والے لوگ نچلی منزل والوں کو اس حماقت سے زبردستی باز نہ رکھیں گے اور'' وہ جانیں اور ان کا کام'' کہہ کرخاموش بیٹھے رہیں گےتو سب کے سب ہلاک ہوجائیں گے

اور اگر انہیں اس حرکت سے روک
لیں گے تو خود بھی محفوظ رہیں گے اور
پوری کشتی والوں کو بھی بچالیں گے۔

یہ اور اس قسم کی بیشمار روایات ذخیرہ احادیث میں موجود ہیں یہاں اختصار کے مدنظر صرف سات احادیثِ شریفہ اور ان کی تشریح نقل کردی ہے، جو نفع اٹھانے اور مسئلہ کی اہمیت کو سمجھنے کے لئے بہت کافی ہے۔

(۴) فریضہ ''امرونہی'' سابقہ شریعتوں کی روشنی میں

امر بالمعروف نهي عن المنكر کے سلسلہ میں آپ نے قرآن کریم اور احادیثِ نبوی کو ملاحظہ فرمالیا، ضمناً مفسرین کرام اور شارحین حدیث کی تحقیقات بھی کچھ سامنے آگئیں، اسکے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس سلسلہ میں سابقہ شریعتوں، اقوالِ صحابہؓ اور افکارِ علماء کا بھی کچھ حصہ پیش کردیا جائے، تاکہ چشم عبرت کیلئے مزید نور بصیرت ثابت ہو، چنانچہ:

☆ فقیہ ابواللیث سمرقندیؒ فرماتے ہیں: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک مرتبہ اللہ تعالیٰ سے پوچھا کہ **امر بالمعروف و نهي عن المنكر** کرنے والے کا آپ کے نزدیک اجر کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اسکی گفتگو کے ہر کلمہ کے بدلہ ایک سال کی نیکیاں لکھوں گا اور اسے نار دوزخ سے محفوظ رکھوں گا۔

☆ اللہ تعالیٰ نے حضرت یوشع بن نونؑ کے پاس وحی بھیجی کہ میں تمہاری قوم کے ایک لاکھ آدمیوں کو عذاب دینے والا ہوں، جن میں سے ساٹھ ہزار تو برے لوگ ہیں اور چالیس ہزار نیک لوگ ہیں، انہوں نے عرض کیا کہ بروں کو عذاب دینا تو سمجھ میں آگیا، لیکن نیکوں پر کیوں عذاب آئے گا ؟ فرمایا: اسلئے کہ وہ لوگ میری نافرمانیوں کو ہوتا ہوا دیکھ کر غضبناک اور ناراض نہیں ہوتے تھے، بلکہ ان لوگوں کے ساتھ دوستی رکھتے تھے، ان کے ساتھ کھاتے پیتے رہتے تھے۔ (تنبیہ الغافلین ص:۲۶)

☆حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے فرمایا: بیٹے! نماز قائم کر، اچھی باتوں کا حکم دیا کر، بری باتوں سے روکا کر، اور (اس سلسلہ میں) جو کچھ تکلیف پیش آئے تو اس پر صبر کیا کر، کیونکہ صبر کرنا بڑی عزیمت و جوانمردی کا کام ہے۔

(سورہ لقمان: ۱۷)

(۵) فریضہ "امر و نہی" صحابہ، تابعین اور سلفِ صالحین کی نظر میں

☆حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں: لوگوں پر ایسا زمانہ دین سے دور و لاپرواہی کا آنیوالا ہے جس میں "**امر بالمعروف نھی عن المنکر**" کرنے والا شخص لوگوں کی نظر میں گدھے کی مردار لاش سے بھی زیادہ ناپسندیدہ ہو جائے گا۔

(مکاشفۃ القلوب ص: ۱۷)

☆حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خیر تین قسم کے انسانوں میں ہے ان کے علاوہ کسی میں نہیں ہے۔ ایک وہ آدمی جس نے دیکھا کہ ایک جماعت اللہ کے راستہ میں دشمن سے جنگ کر رہی ہے یہ اپنا مال اور جان لے کر ان کے ساتھ لڑائی میں شریک ہو گیا، دوسرا وہ آدمی جس نے زبان سے جہاد کیا اور نیکی کا حکم کیا اور برائی سے روکا، تیسرا وہ آدمی جس نے دل سے حق کو پہچانا۔ (حیاۃ الصحابہؓ)

☆حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ! **امر بالمعروف نھی عن المنکر** جو نیک لوگوں کے اعمال کے سردار ہیں ان کا ترک کب جائز ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا جب تم میں وہ خرابیاں پیدا ہو جائیں گی جو بنی اسرائیل میں پیدا ہوئی تھیں۔ میں نے پوچھا یا رسول اللہ! بنی اسرائیل میں کیا خرابیاں پیدا ہو گئیں تھیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا جب تمہارے نیک لوگ دنیا طلبی کی وجہ سے فاجر و دنیادار لوگوں کے ساتھ دینی معاملات میں نرمی برتنے لگیں، علم بدترین لوگوں کے حوالہ ہو جائے اور حکومت و بادشاہت رذیل لوگوں کے ہاتھ لگ جائے تو پھر اس وقت تم زبردست آزمائش میں مبتلا ہو جاؤ گے تم فتنوں

کی طرف چلو گے اور فتنے تمہاری طرف آئیں گے۔

☆حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے تم ہاتھ والے جہاد کے سامنے بے بس اور مغلوب ہو گئے پھر دل والے جہاد کے سامنے۔ لہٰذا جس دل کی یہ کیفیت ہو جائے کہ وہ نیکی کو نیکی نہ سمجھے اور برائی کو برائی نہ سمجھے تو اسکو اس طرح پلٹ دیا جائیگا جیسے تھیلے کو الٹا کیا جاتا ہے تو تھیلے کے اندر کی ساری چیزیں بکھر جاتی ہے۔

(حیاۃ الصحابہؓ)

☆حضرت عتریس بن عرقوب شیبانی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا کہ جو آدمی **امر بالمعروف و نہی عن المنکر** نہیں کرتا وہ ہلاک ہو جاتا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا ایسا شخص تو ہلاک ہوتا ہی ہے وہ آدمی بھی ہلاک ہو جاتا ہے جس کا دل نیکی کو نیکی نہ سمجھے اور برائی کو برائی نہ سمجھے۔

(حیاۃ الصحابہؓ)

☆حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس پر لعنت فرمائے جو ہم میں سے نہیں ہے، اللہ کی قسم! تم **امر بالمعروف و نہی عن المنکر** ضرور کرتے رہو ورنہ تم آپس میں لڑنے لگو گے اور تمہارے برے تمہارے نیک لوگوں پر غالب انہیں آ کر قتل کر دیں گے جس کے نتیجہ میں کوئی **امر بالمعروف و نہی عن المنکر** کرنے والا باقی نہ رہے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ تم سے ایسے ناراض ہوگا کہ تم اللہ سے دعا کرو گے لیکن وہ تمہاری کوئی دعا قبول نہ کرے گا۔ (حیاۃ الصحابہؓ)

☆ایک بزرگ نے اپنی اولاد کو وصیت فرمائی کہ جب تم **امر بالمعروف و نہی عن المنکر** کا ارادہ کرو تو تمھیں چاہئے کہ پہلے اپنے آپ کو صبر و ثبات کیلئے تیار کر لو، ثواب کا یقین بناؤ، اسلئے کہ اللہ تعالیٰ کے ثواب کا یقین ہی اس کی راہ میں پیش آنے والے مصائب کا سامنا کرا سکتا ہے، حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کام

کے کرنیوالوں کوان کے اخلاص اور حسنِ نیت اور غایتِ توکل کی برکت سے اپنی حفاظت میں رکھتے ہیں۔ (مکاشفۃ القلوب ص:۱۷)

☆حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں: اسلام آٹھ اجزاء کے مجموعہ کا نام ہے۔ان میں سے ایک **امر بالمعروف** اورایک **نہی عن المنکر** بھی ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱/۷)

☆حضرت اویس قرنیؒ نہایت زاہدانہ زندگی، عزلت پسندی و گوشہ نشینی کے باوجود فریضۂ **امر بالمعروف ونہی عن المنکر** سے کبھی غافل نہیں ہوتے تھے، حالانکہ لوگ اس روک ٹوک کی وجہ سے انہیں سخت اذیتیں بھی دیتے اور ستایا کرتے تھے، خود فرماتے ہیں:

"خدا کی قسم! چونکہ ہم لوگ لوگوں کو اچھے کاموں کی تلقین اور برے کاموں سے روکتے ہیں اسلئے انہوں نے ہمیں اپنا دشمن سمجھ لیا ہے، اور فاسق و بدکار لوگ ان کے مددگار ہوگئے ہیں، جو ہم پر تہمتیں لگاتے رہتے ہیں، لیکن خدا کی قسم! ان کا ہمارے ساتھ یہ رویہ ہمیں حق بات کہنے سے ہرگز نہیں روک سکے گا۔

(تابعینؒ ص:۴۵)

☆حسن بصریؒ فرماتے ہیں: **امر بالمعروف ونہی عن المنکر** کرتے رہو ورنہ دھیرے دھیرے بدعملی میں خود تمہارا حال یہ ہوجائے گا کہ دنیا تمہاری تباہی سے عبرت پکڑے گی۔ (نضرۃ النعیم ۳/۵۳۸)

☆سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں: **امر بالمعروف نہی عن المنکر** کا کام وہی شخص کامیابی کے ساتھ کرسکتا ہے جو معروف ومنکر کا عالم ہو، اس پر عامل ہو اور امر و نہی میں رفق وشفقت سے کام لے سکتا ہو۔ (مکاشفۃ القلوب ص:۱۷)

☆حضرت عون بن عبداللہؒ فرماتے ہیں:

کسی قوم میں جو ذی عزت لوگ ہوتے ہیں اگر وہ لوگوں کی برائی کو دیکھیں اور

باوجود قدرت کے نہ روکیں تو اللہ تعالیٰ ان کو ذلیل کر دیتے ہیں۔ خداوندِ تعالیٰ کا منع کیا ہوا کام کرنا گناہ ہے، کیونکہ اس بندہ نے نہی کی خلاف ورزی کی، لیکن اللہ تعالیٰ نے جس کام کے کرنے کا حکم فرمایا ہے اسے نہ کیا تو یہ بہت بڑا گناہ ہے، کیونکہ اس بندہ نے امر کی خلاف ورزی کی، چنانچہ نفسانی خواہشات سے جو گناہ ہوتا ہے وہ عاجزی اور توبہ واستغفار کرنے سے معاف ہوجاتا ہے، جیسا کہ حضرت آدم علیہ السلام کی خطا توبہ واستغفار کرنے سے معاف ہوئی۔ مگر جو گناہ تکبر اور بڑائی کرنے کے باعث ہوتا ہے، وہ توبہ واستغفار کرنے سے بھی معاف نہیں ہوتا جیسا کہ ابلیس ملعون کا گناہ جو غرور اور تکبر سے تھا معاف نہ ہوسکا۔ (اسلئے اسلامی معاشرہ میں **امر بالمعروف و نہی عن المنکر** کا فریضہ ہر مسلمان پر لازم کر دیا گیا)

(مواعظِ حسنہ ج:۲ ص:۵۶)

☆ امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں: **امر بالمعروف نہی عن المنکر** کرنے والے کو چاہئے کہ نرمی وعاجزی کا رویہ اختیار کرے، اور اگر مخاطب کی طرف سے نامناسب وناپسندیدہ ردعمل سامنے آئے تو برانگیختہ نہ ہو حلم وصبر کا مظاہرہ کرے۔ (مکاشفۃ القلوب ص:۱۷)

☆ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں: عام حالات میں اللہ تعالیٰ کچھ لوگوں کی بدعملی کی وجہ سے سب لوگوں کو عذاب عام میں مبتلا نہیں فرماتا، لیکن جب صورتحال یہ ہوجائے کہ منکرات کا شیوع اور گناہوں کی کثرت عام ہوتی چلی جائے، مگر کوئی اس پر نکیر کرنے والا نہ ہو تو ایسی صورت میں پوری قوم مستحق عذاب ہوجاتی ہے۔

☆ حضرت علیؓ فرماتے ہیں: بہترین عمل **امر بالمعروف نہی عن المنکر** ہے، کیونکہ جس نے **امر بالمعروف** کیا اسنے مومن کی کمر مضبوط کر دی اور جس نے **نہی عن المنکر** کیا اس نے منافق کو ذلیل ورسوا کر دیا۔

(تنبیہ الغافلین:۲۶)

(۶) فریضہ ’’امر و نہی‘‘ مصلحین و مفکرین کی نظر میں

اس کے بعد جی چاہتا ہے کہ مفکرینِ اسلام میں سے امام غزالیؒ اور محدثین کرام میں سے امام نوویؒ کی دو فکر انگیز و عبرت خیز تحریریں بھی ناظرین کرام کی خدمت میں پیش کردی جائیں، تاکہ اس فریضۂ واجبہ کی ادائیگی کیلئے کھڑے ہونے میں مدد مل سکے۔

☆ حجۃ الاسلام امام غزالیؒ ’’احیاء علوم الدین‘‘ میں فرماتے ہیں: ’’امر بالمعروف نھی عن المنکر‘‘ دین اسلام کا قطب اعظم ہے، اور یہی وہ اہم فریضہ ہے جسکے لئے تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بعثت ہوئی ہے، جب اس فریضہ سے غفلت برتی جاتی، اور اسکی تعمیل میں سستی ولا پرواہی عام ہوجاتی ہے تو جہالت وفساد غالب ہوجاتا ہے، بے دینی وگمراہی پھیل جاتی ہے، آبادیاں ویران اور انسانیت ہلاک ہوجاتی ہے، مزید برآں مصیبت یہ ہے کہ اس ہلاکت وبربادی کا پتہ بھی قیامت سے پہلے نہیں چل پاتا، اسقدر اہم اور سنگین مسئلہ ہونے کے باوجود اسوقت امت کی صورتحال یہ ہیکہ امت نے امر بالمعروف اور نھی عن المنکر کے فریضہ سے بالکلیہ غافل ہوکر اسے ترک کردیا ہے، چنانچہ اس فریضے سے اعراض واہمال کا جو خطرہ اور اس کے جو نقصانات ہم نے اوپر بیان کئے ہیں وہ سب انکھوں کے سامنے عملاً رونما ہوگئے ہیں، انا للّٰہ وانا الیہ راجعون. خلاصہ یہ ہیکہ آج کل دین کے اس عظیم فریضہ اور قطب اعظم سے علماً وعملاً تغافل بڑھتا جارہا ہے، اسکی حقیقت تو کجا رسم تک مٹتی جارہی ہے، خدام دین کے دلوں پر مخلوق کی مداہنت ومروت چھائی ہوئی ہے، خالق کے حقوق کا استحضار ختم ہوگیا ہے، لوگ جانوروں کی طرح ہوس کی تکمیل میں مست ومگن ہوگئے ہیں، اور روئے زمین پر اللہ کے ایسے باغیرت بندے ملنے مشکل ہوگئے ہیں جو حق کا احقاق اور باطل کا ابطال کسی ملامت

گر کی ملامت کی پرواہ کئے بغیر حق کا احقاق اور باطل کا ابطال کرتے ہوں اور اس فریضے کی ادائیگی میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کا خوف ان پر طاری نہ ہو، ایسے ناگفتہ بہ حالات میں اگر کوئی اللہ کا غیرت مند بندہ اس نقصان کی تلافی اور اس فریضے کی بحالی کے لئے کمر ہمت کس لے اور اس سکوت وجمود، مداہنت وغفلت کی مہر توڑ کر **امر بالمعروف نهی عن المنکر** کی سنت کو رواجِ عام دینے میں مشغول ہو جائے تو وہ شخص یقیناً ایک "مردہ سنت" کو زندہ کرنے کے ثواب اور قرب الٰہی کے درجاتِ عالیہ کا مستحق ہوگا۔ (احیاء علوم الدین ۳۰۲/۲)

یہ تھے حجۃ الاسلام امام غزالیؒ، جو دین اسلام میں **امر بالمعروف نهی عن المنکر** کی اہمیت ووقعت کا تذکرہ اور ان کے زمانہ میں عام طور سے اس سلسلہ میں جو غفلت برتی جارہی تھی اس کے سماج پر مرتب سنگین نتائج کا شکوہ فرما رہے تھے اور بڑی ہی لجاجت ودرد کے ساتھ اس فریضے کو پھر سے رواج دینے کی دعوت اور کسی مرد مجاہد کے اٹھ کھڑے ہونیکی تمنا ظاہر فرما رہے تھے۔ آیئے! اسکے بعد اب ہم عالم اسلام کے ایک اور عظیم المرتبت محدث، شارح صحیح مسلم، حضرت امام نوویؒ کی زبانی اس مسئلے پر روشنی ڈالتے ہیں۔ وہ ارشاد نبوی "من رأی منکم منکراً الخ" کے ذیل میں رقم طراز ہیں:

معلوم ہونا چاہئے کہ **امر بالمعروف نهی عن المنکر** کا فریضہ ایک عرصہ سے مسلمانوں کے تغافل کا شکار ہے، اس زمانے میں تو بس اسکی بعض ظاہری شکلوں اور چند رسوم کے علاوہ کچھ بھی باقی نہیں رہا، جبکہ یہ کام دین اسلام کا ایسا شعبہ ہے کہ اسی پر اس کا بقاء وارتقاء موقوف ہے۔ کیونکہ جب منکرات کا شیوع ہو جاتا ہے اور لوگ اسکے روکنے کی کوشش بھی نہیں کرتے تو اللہ تعالیٰ کی پکڑ نیک وبد سبھی کو گھیر لیتی ہے، اور عذاب الٰہی پورے سماج کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ**

اَوْ یُصِیْبَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ''پس جولوگ اللہ تعالیٰ کے احکام کی مخالفت اور نافر مانی کی جرات کرر ہے ہیں، اے نبی ﷺ ! آپ ان کو اس بات سے ڈرا دیجئے کہ یا تو وہ کسی آزمائش میں مبتلا کردئے جائینگے یا پھر وہ عذاب الٰہی کے شکار ہو جائینگے، اسلئے آخرت کے طلبگاروں اور رضائے الٰہی کے خواہشمندوں کو چاہئے کہ دین کے اس عظیم شعبے **امر بالمعروف و نھی عن المنکر** کی طرف خصوصی توجہ دیں اور اسکے تقاضوں پر عمل کرتے رہیں، کیونکہ اس کے فوائد بہت ہیں، بالخصوص ایسے دور میں جبکہ اس حکم کا بڑا حصہ ضائع اور اسکی طرف سے لاپرواہی عام ہوتی جارہی ہے، یہ بھی یاد رہے کہ اس کام کے سلسلہ میں کسی صاحب مرتبہ کے مرتبہ سے ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں، اسلئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَلَیَنْصُرَنَّ اللّٰہُ مَنْ یَنْصُرُہٗ یعنی جو اللہ تعالیٰ کے (دین کی) مدد کرتے ہیں اللہ تعالیٰ انکی ضرور مدد فرماتا ہے، اور ارشاد ہے: وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا جولوگ ہماری راہ میں مجاہدہ کرتے ہیں ہم ان کے لئے راستے کھولدیتے ہیں، ایسے مواقع پر یہ بات یادرکھنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بندہ کا اجراس کی راہ میں اٹھائی جانیوالی اسکی محنت و مشقت کے حساب سے ہوتا ہے، اسی طرح **امر بالمعروف نھی عن المنکر** کے فریضے کو ادا کرنے میں دوستیوں، محبتوں شفقتوں اور اغراض وتعلقات کو بھی رکاوٹ نہ بننے دینا چاہئے، کیونکہ دوستی و تعلق کے بھی کچھ تقاضے اور حقوق ہوتے ہیں، ان حقوق میں سے یہ بھی ایک حق ہے کہ آدمی اپنے عزیزوں اور دوستوں کی آخرت کا خیر خواہ اور وہاں کے نقصانات سے بچانے والا ہو، بلکہ آدمی کا سچا دوست اور حقیقی ہمدرد واقعۃ وہی ہے جو اسکی آخرت کے بنانے میں مدد کرے، خواہ اسکی وجہ سے بظاہر دنیا کا کچھ نقصان ہی ہو رہا ہو اور آدمی کا حقیقی دشمن وہ ہے جو اسکی آخرت برباد کرتا ہو اگرچہ اسکے ذریعہ دنیا کا کوئی فائدہ بھی ہوتا ہوا نظر آرہا ہو، دیکھئے! ابلیس ہمارا دشمن اسی وجہ سے ہے کہ وہ ہماری آخرت اجاڑنے کی کوشش کرتا

رہتا ہے، اسکے برخلاف انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام ہمارے اور تمام مسلمانوں کے دوست ہیں محض اس وجہ سے کہ وہ ہماری آخرت کے بنانے والے ہیں۔ بہرحال اُخروی نجات وکامیابی کی محنتوں میں ایک دوسرے کی مدد کرنا اور نقصان و خسران سے بچاتے رہنا ہی سچی محبت ومودت اور مخلصانہ دوستی ہے، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں، ہمارے احباب کواور تمام مسلمانوں کو اپنی مرضیات کے اتباع کی توفیق نصیب فرمائے، اور ہم سب پر اپنی رحمت کاملہ نازل فرمائے آمین۔

(صحیح مسلم بشرح النووی، کتاب الایمان)

☆ایک اور قدیم مصلح رکن الاسلام سمرقندیؒ فرماتے ہیں: جو شخص لوگوں سے ملتا جلتا رہتا ہے یعنی اجتماعی زندگی گذارتا ہے اسکے ذمہ سب سے بڑا واجب **امر بالمعروف نہی عن المنکر** ہے یعنی لوگوں کو نیکی کے کاموں کی ترغیب دینا اور برائی کے کاموں سے روکنا، حقیقت یہ ہیکہ آدمی کو اگر اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں پر ناراضگی وخفگی قطعاً نہیں ہوتی تو اس کا کوئی عمل اسکو نفع نہیں دیتا۔ چنانچہ احادیث کی صراحت کے مطابق لوگ اسوقت ہلاک وبرباد ہوجاتے ہیں جب **امر بالمعروف نہی عن المنکر** ترک کردیتے ہیں، ایسے وقت ان پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوجاتا ہے، انکی دعائیں نامقبول ہوجاتی ہیں، اور وہ خیر وبرکت اور مقاصد میں کامیابی سے محروم ہو جاتے ہیں، بالخصوص جبکہ منکرات علی الاعلان ہورہے ہوں، حضرت سفیان ثوریؒ کے بارے میں آتا ہے کہ جب وہ کسی منکر کو دیکھتے اور کسی وجہ سے اس پر نکیر نہ فرماسکتے تو اس کا اثر ان کے اوپر اسقدر زیادہ ہوتا کہ کئی دن تک پیشاب میں خون آنے لگتا تھا، اسلئے ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ منکرات کی روک تھام کے لئے محض دینی حمیت اور اسلامی غیرت کے جذبہ کے ساتھ اٹھ کھڑا ہواور اپنے فریضے کو ادا کرے، لوگوں کی چاپلوسی اور مداہنت کو اس راہ میں ہرگز حائل ہونے نہ دے۔ (شرعۃ الاسلام ص:۳۶۴)

(۷)"امر ونہی" کا کام ہر ایک کی ذمہ داری ہے

امر بالمعروف نھی عن المنکر ایک اسلامی فریضہ ہے، اور اپنے حدود وقیود کے ساتھ امراء علماء، حتی کہ عوام مسلمین سبھی کے ذمہ لازم وواجب ہے، یعنی دائرہ کار تو مختلف ہو سکتے ہیں مگر مستثنیٰ کوئی مسلمان نہیں ہو سکتا حتی کہ بدعمل مسلمان بھی! چنانچہ

علامہ آلوسی بغدادیؒ روح المعانی میں ارشاد فرماتے ہیں: اس کام یعنی **امر بالمعروف نھی عن المنکر** کے بہت سے آداب وشرائط ہیں، حقیقت اسکی صرف یہ ہے کہ کسی اچھے کام کے تارک کو اس کے اختیار پر اور کسی برے عمل کے مرتکب کو اس سے اجتناب پر آمادہ کیا جائے، اگر وہ قبول کرے تو مقصد حاصل، اور اگر نہ مانے تو یہ شخص کم از کم اپنے فریضے سے سبکدوش ہو جائے گا۔ اسکی بدعملی کا اب اس پر کوئی وبال نہیں رہے گا، البتہ ایسے لوگوں سے حسب ضرورت قتال کرنا یا ان پر کوئی تعزیر وسزا نافذ کرنا یہ عام داعیوں کا کام نہیں، ان کے اہل دوسرے لوگ (یعنی حکام وامراء) ہیں۔ (روح المعانی:۴/۲۱)

اس سے معلوم ہوا کہ منکرات پر نکیر کا فریضہ صرف حکام وامراء یا صرف علماء ہی کا فریضہ نہیں ہے بلکہ اپنے دائرہ اختیار تک عوام مسلمین کا بھی فرض ہے کہ وہ لوگوں کو برائی سے رکنے اور بھلائیوں کو اختیار کرنے پر آمادہ کریں، یہ بھی معلوم ہو گیا کہ جب ہر ایک کا دائرہ عمل علاحدہ ہے تو اسکے حدود وقیود کا علم حاصل کرنا بھی ضروری ہے۔

☆ شارحِ مسلم امام نوویؒ فرماتے ہیں: **امر بالمعروف نھی عن المنکر** صرف حکام کی ذمہ داری نہیں ہے، بلکہ تمام مسلمانوں کی ذمہ داری ہے اس کی دلیل امام الحرمین کے بقول "اجماعِ امت" ہے کیونکہ خیر القرون میں اور اس کے مابعد کے ادوار میں بھی عوام مسلمین (آپس میں تو کیا؟) حکام اور امراء کو تک **امر بالمعروف نھی عن المنکر** کیا کرتے تھے، البتہ جو شخص بھی یہ کام کرے اس کو حکم شرعی سے واقف ہونا ضروری ہے کہ جس بات پر نکیر کر رہا ہے اس کا حکم شرعی

کیا ہے؟ اسی وجہ سے امر و نہی کرنے والوں کے دائرہ عمل مختلف ہیں، نماز، روزہ وغیرہ ،جیسی واضح معروفات اور شراب نوشی، بدکاری وغیرہ جیسے واضح منکرات (جن کا علم تمام مسلمانوں کو ہوتا ہے) میں امر و نہی تمام مسلمانوں کا فرض ہے، جہاں تک اختلافی احکام ومسائل اور دقیق ونازک مباحث کا تعلق ہے، چونکہ عوام الناس ان کی تحقیق وتفصیل سے لاعلم ہوتے ہیں، تو ان کے لئے ایسے امور میں ''امر و نہی'' کی گنجائش نہیں ہے، یہ صرف علماء کرام کی ذمہ داری ہے۔ (مسلم بشرح النووی کتاب الایمان)

(۸) ''امر و نہی'' کیلئے خود کا پابند ہونا شرط نہیں ہے۔

قرآن وحدیث اور علماءِ اسلام کی تشریحات سے پتہ چلتا ہےکہ **امر با لمعروف نھی عن المنکر** کا فریضہ اصلاً تمام مسلمانوں پر عائد ہوتا ہے، خواہ شخصی طور پر وہ خود بےعمل ہی کیوں نہ ہوں، حتیٰ کہ جس امر پر نکیر کر رہا ہے خود بھی اس میں مبتلا کیوں نہ ہو، اس لئے کہ خود عمل کرنا ایک مستقل حکم ہے اور دوسروں کو دعوت دینا مستقل حکم ہے، ایک کے ترک کردینے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ دوسرا بھی چھوڑ دے، یہ اور بات ہے کہ امر و نہی کرنے والے کو خود پابند ہونا بدرجہ اولیٰ ضروری ہے، اسکے باوجود یہ **امر بالمعروف نھی عن المنکر** کے لئے شرطِ لازم نہیں ہے بلکہ اگر کوئی شخص اپنی بدعملی کی وجہ سے دوسروں کو ٹوکنا چھوڑ دیتا ہے تو اسکو دوہرے مواخذہ کا سامنا کرنا پڑیگا۔

چنانچہ امام نوویؒ فرماتے ہیں **امر بالمعروف نھی عن المنکر** کرنے والے کا خود عامل اور پابند ہونا شرط نہیں ہے بلکہ بہرحال ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ اچھی بات کی دوسرے کو تلقین کرتا رہے خواہ اس اچھی بات پر خود عمل نہ کر رہا ہو، اسی طرح دوسروں کو بری باتوں سے روکتا رہے خواہ اس بری بات میں وہ خود مبتلا کیوں نہ ہو، اس لئے کہ اس پر خود عمل کرنے اور دوسروں کو عمل کرانے کی دو علاحدہ ذمہ داریاں تھیں، ایک ذمہ داری میں کوتاہی سے دوسری ذمہ داری میں بھی کوتاہی کر سکنے کا کوئی جواز نہیں ہوسکتا۔ (مسلم بشرح النوویؒ ج:۲ص:۲۱۸)

☆علامہ عبدالرؤف مناویؒ فرماتے ہیں: ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے کہ ''امر ونہی'' کا فریضہ ادا کرتا رہے، یہاں تک کہ وہ شخص بھی اس فریضہ کوادا کرنے کا پابند ہوتا ہے جو خود ان منکرات میں مبتلا ہے، خود حدیث پاک میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک مرتبہ حضرت ابو ہریرہؓ سے فرمایا''**من یأخذ عنی ھؤلاء الکلمات فیعمل بھن او یعلم من یعمل بھن**'' کوئی ہے جو مجھ سے چند باتیں سیکھ لے اوراس پر عمل کرے یا عمل کرنے والوں کو سکھادے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خود عمل نہ کرنے والے کے ذمہ بھی ہے کہ وہ دوسروں کو عمل کی دعوت دے اسی طرح **بلغوا عنی ولو اٰیۃ** جیسے احکام میں دین پہونچانے کے لئے عمل کی شرط کہیں نہیں رکھی گئی ہے۔

(فیض القدیر:۶/۱۶۱)

☆علامہ ظفر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں: ''**ولتکن منکم**'' والی آیت اس بات کی دلیل ہے کہ ''**امر بالمعروف نھی عن المنکر**'' ایک ایسا فریضہ ہے کہ جو ہر مسلمان پر لازم ہے، خواہ وہ اس عمل کا پابند بھی نہو، برخلاف اہلِ بدعت کے کہ وہ عدالت یعنی ''امر ونہی'' کرنے والے کی دینداری کو لازم سمجھتے ہیں، ہوسکتا ہے کہ کوئی یوں کہے کہ ''**منکم**'' سے اللہ تعالیٰ نے بعض لوگوں کو جو اہل اور لائق ہوں مراد لیا ہے، تو اس کے جواب میں وہ روایت پیش کی جاسکتی ہے جو امام ابوبکر جصاصؒ نے ''احکام القرآن'' میں حضرت ابو ہریرۃؓ سے نقل کی ہے کہ چند صحابہ کرامؓ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے پوچھا کہ ہم لوگ چاہتے ہیں کہ پہلے خود معروفات پر اس قدر عمل کرلیں کہ کوئی معروف باقی نہ رہے اور منکرات سے اتنا بچ جائیں کہ کوئی منکر ہماری زندگی میں موجود نہ ہو، اور اس وقت تک کسی کو امر **بالمعروف و نھی عن المنکر** نہ کریں تو کیا ہمارے لئے ایسا کرنے کی گنجائش نکل سکتی ہے؟ آپ نے فرمایا: نیکیوں کا حکم کرتے رہو اگر چہ کہ تم ان پر پوری طرح عامل بھی نہ ہو، اور بری باتوں سے لوگوں کو روکتے رہو باوجود یہ کہ تم پوری طرح ان سے محفوظ بھی نہ ہو، یہ حدیث اگر چہ محدثین کے نزدیک سنداً ضعیف ہے لیکن تعدد

طرق کی وجہ سے ''حسن لغیرہ'' کے حکم میں ہے، اس لئے اس سے استدلال میں کوئی حرج نہیں ہے، پس آیت میں **منکم** سے یہ تو مراد لیا جاسکتا ہے کہ **امر بالمعروف و نہی عن المنکر** فرض کفایہ ہے یعنی بعض کے ادا کرنے سے بقیہ سے ساقط ہو جائے گا۔ لیکن یہ مراد نہیں لیا جاسکتا کہ یہ کام اہل اور قابل لوگوں ہی کے ذمہ ہے، اس لئے کہ قاعدہ یہ ہے کہ طاعات کی شرائط ''دلالۃ النص'' ہی سے ثابت ہو سکتی ہیں، اور ''**امر بالمعروف نہی عن المنکر**'' کیلئے خود عامل ہونے کی شرط کیلئے کوئی قطعی نص موجود نہیں ہے، پس ہر شخص کے ذمہ جہاں یہ لازم ہے کہ وہ اپنی ذات میں اوامر کا پابند اور نواہی سے مجتنب رہے وہیں یہ بھی مستقلاً ضروری ہے کہ وہ دوسروں کو نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کی سعی کرتا رہے۔

(احکام القرآن: ۲/۵۰)

(۹) ''امر و نہی'' کرنے والے کو خود بھی عامل ہونا چاہئے۔

اسکے بعد معلوم ہونا چاہئے کہ **امر بالمعروف نہی عن المنکر** کے لئے خود بھی با عمل اور متقی ہونے کی شرط نہ ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اپنی اصلاح اور تدین کی فکر ضروری نہیں ہے، ہرگز نہیں! قرآن وسنت اور سلفِ صالحین کی تعلیمات بتلاتی ہیں کہ خود کی اصلاح اور اپنے آپ کو منکرات سے محفوظ اور معروفات کا پابند بنانا بھی انتہائی ضروری امر ہے، بالخصوص داعی اور مصلح ومبلغ کو تو اس سلسلہ میں اور بھی زیادہ فکرمند و ہوشیار رہنا چاہئے، چنانچہ:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کو کسی کام سے روکنے کا ارادہ فرماتے تو اپنے گھر والوں سے پہل فرماتے اور فرماتے تم میں سے جس کے بارے میں مجھے پتہ چلا کہ اس نے وہ کام کیا ہے جس سے میں نے روکا ہے تو میں اس کو دگنی سزا دوں گا۔ (حیاۃ الصحابہؓ)

رکن الاسلام سمرقندیؒ فرماتے ہیں: سنت یہ ہے کہ کام اپنی ذات سے شروع

کرے، جس چیز کا حکم دے رہا ہے پہلے خود اس پر عمل کرے، جس گناہ پر نکیر کر رہا ہے پہلے خود اس سے اجتناب کرے، کیونکہ اگر ایسا نہیں کرے گا، تو اسکی بات دوسروں کے دل پر کما حقہ اثر نہیں کریگی۔ اور ہوسکتا ہے کہ وہ شخص نکیر کرنے والے کی بد عملی کا حوالہ دینے لگے، اسلئے خود عمل کرتے ہوئے اور تواضع و عاجزی کیساتھ امر و نہی کرنا چاہیے، آپ خود سوچئے کہ یہ بات کتنی بری اور شرمندگی کی ہوگی کہ آپ کسی بُرائی پر کسی شخص کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی تلقین کریں تو وہ جواب میں آپ کی بد عملی کی وجہ سے یہ کہدے کہ "پہلے اپنی فکر اور اپنی اصلاح کرو، ہمیں کیا نصیحت کرتے ہو"

(شرعۃ الاسلام: ۳۶۷)

قرآن وحدیث میں جہاں ــــ باوجود بد عملی کے ــــ **امر بالمعروف نھی عن المنکر** کے ترک کی اجازت نہیں دی گئی ہے، وہیں جانتے بوجھتے بلکہ دوسروں کو روکتے ہوئے بھی خود باز نہ آنے اور برائیوں میں مبتلاء رہنے پر سخت سے سخت وعیدیں بھی وارد ہوئی ہیں۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَ تَـأْمُـرُوْنَ الـنَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْـفُسَـكُـمْ وَاَنْتُـمْ تَتْلُوْنَ الْكِتَابَ اَفَلاَ تَعْقِلُوْنَ

(سورۃ البقرۃ آیت: ۴۴)

کیا تم لوگوں کو تو اچھی باتوں کا حکم دیتے ہو اور خود اپنے کو فراموش کر دیتے ہو؟ حالانکہ تم کتاب کی تلاوت بھی کرتے ہو پھر اتنی بات بھی نہیں سمجھتے ؟ (کہ اپنے عمل کی فکر دوسروں کو عمل کرانے کی فکر سے زیادہ ہونی چاہئے)

امام ابن کثیرؒ فرماتے ہیں: آیتِ شریفہ میں اللہ تعالیٰ "اہلِ کتاب" کو تنبیہ کرتے ہوئے فرمارہے ہیں کہ اے اہلِ کتاب! یہ بات کیسے تمہارے لائق ہوسکتی ہے کہ تم

دوسروں کوتو بھلائیوں کی تلقین کرتے ہو جو کہ ایک بہترین عمل ہے مگراس کے ساتھ ساتھ خودتمہارا حال یہ ہے کہ ان بھلائیوں پر ـــــ جن کی دوسروں کوتلقین کرتے ہو ـــــ خودعمل نہیں کرتے ،ایسا کیوں نہیں ہوا کہ جس چیز کواچھا سمجھ کرتم دوسروں کو سکھا رہے ہواس پرخود بھی عامل ہوجاتے ،اوراپنے لئے بھی اس بھلی بات کواختیار کرلیتے ،حالانکہ تم لوگ ''کتاب'' پڑھتے ہواوراس میں جو بدعملی کا وبال بیان ہوا ہے اس سے واقفیت رکھتے ہو!اس پرمستزاد یہ کہ بدعملی کا جودھوکہ اپنے آپ کودے رہے ہواس کوسمجھتے بھی نہیں تا کہ کبھی غفلت سے بیدار ہوجاتے اوراس اندھے پن سے نجات پاتے۔

حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں کہ علماءِ بنی اسرائیل لوگوں کواللہ تعالی کی اطاعت، تقوی اور نیک کاموں کاحکم دیتے تھےمگرخوداسکی مخالفت کرتے تھےیعنی خودعمل نہیں کرتے تھے،ابن جریجؒ کہتے ہیں کہ یہودونصاری اور منافقین کی عادت تھی کہ دوسروں کونماز روزہ کی تلقین کرتے تھےاورخوداس پرعمل نہیں کرتے تھے،اللہ تعالی نے آیت بالا کے ذریعہ ان کی اس حرکت پرتنبیہ فرمائی ہے۔اسلئے جوشخص دوسروں کو بھلائی کی تلقین کرے اسکوچاہئے کہ خود بھی اس پر پوری قوت ومضبوطی کے ساتھ عمل پیراہو۔ (تفسیر القرآن العظیم: ۸۲/۱)

دوسری جگہ حضرت شعیبؑ کاقول نقل کیا گیا ہے

وَمَــا اُرِيْــدُ اَنْ اُخَــالِفَـكُـمْ اِلـىٰ مَــا اَنْهٰـــكُـمْ عَـنْـــهُ اِنْ اُرِيْـدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتَ
(سورہ ھود آیت:۸۸)

میں نہیں چاہتا کہ جن چیزوں سے تمہیں روکتا ہوں ان کا میں خود ارتکاب کروں ،میں تو بس جسقدر ممکن ہوتمہاری اصلاح کا خواہشمند ہوں۔

یعنی ایسانہیں ہے کہ جس برائی سے میں تم کومنع کررہاہوں اسمیں میں خود مبتلا

ہوں ، بلکہ میں خود بھی اس سے بچتا ہوں اور تمہیں بھی جذبۂ اصلاح اور فریضۂ نصح و خیر خواہی کے تحت روکنا چاہتا ہوں۔

ایک اور جگہ حضرت نبی کریم ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا گیا:

وَأْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دیجئے اور خود بھی اس کی پابندی کیجئے۔ (سورۂ طٰہٰ آیت:۱۳۲)

علماء کرام نے اس جگہ یہ نکتہ بیان کیا ہے کہ گھر والوں کو نماز کا حکم دینے کے ساتھ خود آپ کو بھی اسکی پابندی کا جو حکم دیا گیا ہے ـــــ جبکہ آپ اس کے پابند تھے ہی ـــــ اسکی وجہ اس کی تعلیم دینا ہے کہ **امر بالمعروف نهي عن المنكر** کا فریضہ ادا کرنے والے کو چاہیے کہ خود بھی اپنے اعمال کی پابندی و پختگی پر نظر رکھے، خاص طور سے جس عمل کی دوسروں کو تاکید کر رہا ہے اس پر خود بھی عامل ہونا چاہیئے۔

حدیث صحیح میں حضرت اسامہؓ ابن زیدؓ سے مروی ہیکہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

يوتى با الرجل يوم القيامة فيلقى فى النار فتندلق اقتاب بطنه ، فيدور بها كما يدور الحمار بالرحى ، فيجتمع اليه اهل النار فيقولون ، يافلان ! مالك ؟الم تك تأمر بالمعروف وتنهى عن المنكر فيقول بلى! قد كنت اٰمر بالمعروف ولا آتيه،

قیامت کے دن ایک شخص کو لا کر جہنم میں ڈال دیا جائیگا، ڈالتے ہی اسکی آنتیں پیٹ سے باہر نکل پڑیں گی اور وہ آنتوں کے اطراف ایسا گھومنا شروع کریگا جیسے کہ گدھا آٹے کی چکی کے اطراف گھومتا ہے، یہ حالت دیکھ کر اہل دوزخ اسکے اطراف جمع ہوجائینگے، اوراس سے کہنے لگیں گے اے شخص! تجھے کیا ہوگیا ہے؟ تو تو دنیا میں اچھی باتیں پھیلاتا اور بری

وانھی عن المنکر و آتیہ (مسلم:۴/۲۲۹۱، الزھد)

باتوں سے لوگوں کو روکا کرتا تھا، وہ کہے گا، ہاں میں تم لوگوں کو اچھی باتوں کیلئے کہتا تھا مگر خود ان پر عمل نہیں کرتا تھا اور بری باتوں سے تمہیں روکتا تھا اور خود انہیں میں مبتلا رہتا تھا

یہ حدیث بدعمل واعظوں اور داعیوں کیلئے رونگٹے کھڑے کردینے والی وعید ہے، اوراس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگرچیکہ بدعملی کے باوجود **''امر ونھی''** کا فریضہ آدمی سے ساقط نہیں ہوتا مگر دوسروں کو وعظ ونصیحت کے باوجود خود بدعمل رہنا بھی کوئی معمولی درجہ کا گناہ نہیں ہے۔

اس سلسلہ میں آیات واحادیث اور بزرگان سلف کے ارشادات بے شمار ہیں، لیکن عبرت کیلئے مذکورہ بالا تین آیاتِ شریفہ اور ایک حدیث صحیح بھی سمجھداروں کے واسطے انشاء اللہ بہت کافی ہے، ویسے بھی غور وفکر کرنے سے یہ بات بآسانی سمجھ میں آسکتی ہے کہ جب ایک چیز کو اچھی سمجھ کر ہم دوسرے کو اسکی دعوت دے رہے ہیں، یا بُری سمجھ کر دوسرے کو اس کے ضرر سے بچانیکی کوشش کررہے ہیں تو خود ہم کو اس کے موافق چلنے اور عمل کرنے میں آخر کیا دشواری ہے؟، جبکہ جانتے بوجھتے بلکہ دوسروں کو روکتے ہوئے بھی خود بےعمل رہنا ہر عقلمند کے نزدیک بڑی شقاوتِ قلبی اور بےحسی کی بات ہے۔ یہ بات بھی مدنظر رہنا چاہیے کہ ایسی صورت میں **امر بالمعروف** اور **نھی عن المنکر** نفع کے اعتبار سے بےاثر بھی ہوکر رہ جاتے ہیں، کیونکہ جو شخص خود بےعمل ہوتا ہے اسکی زبان میں تاثیر اور الفاظ میں قوت نہیں ہوتی۔

حضرت حکیم الامتؒ فرماتے ہیں کہ مجھ سے ایک دفعہ مولوی محمود الحق صاحبؒ نے پوچھا کہ علماء تو بہت ہیں اور سب وہی پڑھے ہوئے ہیں، لیکن جس طرح آپ ہر قابلِ اصلاح امر پر روک ٹوک کرتے ہیں اور چھوٹی سے چھوٹی بات پر پوری قوت

سے توجہ دلاتے ہیں وہ عام طور سے دوسرے علماء کے ہاں نظر نہیں آتا، اس کی وجہ کیا ہے؟ پھر خود انہوں نے ہی یہ وجہ بتلائی کہ جن باتوں پر آپ روک ٹوک کرتے ہیں ان سے بچنے کا اور جن باریک باتوں کی آپ ترغیب دیتے ہیں ان پر عمل کا خود بھی اہتمام کرتے ہیں، اس لئے آپ کو اندرونی طور پر ایک قوت حاصل ہوتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام نے اپنی اپنی مدعو قوموں کے سامنے عملی اور اخلاقی طور پر اپنے آپ کو اتنا صاف ستھرا پیش فرمایا ہیکہ بڑے سے بڑے دشمن کو ان کی سیرت پر انگلی اٹھانے اور ان کے دامنِ کردار پر داغ دکھانے کی جرأت نہ ہوسکی، اور ہمارے لئے ان کا اُسوہ ہی سب سے بڑا نمونہ اور سب سے بڑی دلیل ہے، دیکھئے! حضرت یوسفؑ کو ایک عرصہ کے بعد قید خانہ کی مشقتوں سے رہائی کی خوشخبری سنائی گئی اور عزت ومنصب کی توقعات بھی سامنے لائی گئیں، مگر اس کے باوجود انہوں نے اپنے اوپر لگائے گئے الزام کی صفائی کے بغیر محض رہائی کی نعمت کو اختیار نہیں فرمایا، بلکہ عزیزِ مصر کے فرستادہ کو یہ کہہ کر واپس بھیج دیا۔

فَسْئَلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ اللَّاتِیْ قَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ اِنَّ رَبِّیْ بِكَيْدِهِنَّ عَلِيْمٌ (سورہ یوسف آیت:۵۰)

پہلے تم عزیز سے انگلیاں کاٹ لینے والی عورتوں کے واقعہ کی بابتہ پوچھو کہ اس کی حقیقت کیا ہے؟، میرا رب ان کے مکر سے خوب واقف ہے۔ (مگر میری قوم غلط فہمی میں مبتلا ہے)

پھر جب بھرے دربار میں اس مسئلہ کو اٹھایا گیا اور متعلقہ خواتین نے حَاشَ لِلّٰهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِنْ سُوْءٍ بخدا! ہمیں ان کی کسی برائی کا علم نہیں کہہ کر ان کی پاکبازی کا اعلان کر دیا اور خود "عزیزِ مصر" کی بیوی نے بھی دوٹوک انداز میں اپنی غلطی اور ان کی بے قصوری کا اعتراف اَنَا رَاوَدْتُّهُ عَنْ نَفْسِهٖ وَاِنَّهُ لَمِنَ الصَّادِقِيْنَ میں نے ہی انہیں ورغلایا تھا اور پھسلانے کی کوشش کی تھی وہ تو راست باز،

ونیکوکار آدمی ہیں کہہ کر کرلیا، تب کہیں جا کر حضرت یوسفؑ نے رہائی کے فیصلے کو قبول فرمایا اور دربار میں تشریف لائے۔

محدث دکن حضرت عبداللہ شاہؒ نے اپنی تصنیف ''یوسف نامہ'' میں یہاں اس نکتہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ داعی اگر اپنے دامن سیرت پر بدعملی کا داغ رکھتا ہے تو مدعو کے لئے اس کی دعوت بے اثر ہوکر رہ جاتی ہے۔ خود اللہ کے نبی علیہ الصلوٰۃ و السلام نے واضح اعلان فرمایا **وَبِذَالِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ** مجھے بھی ان باتوں کا حکم دیا گیا ہے اور میں ہی اپنی دعوت پر سب سے پہلا عمل کرنے والا ہوں، بلکہ علماء فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کا تو کمال دعوت یہ ہے کہ آپ نے امت کو جن باتوں کا حکم دیا اور انہیں جتنی مقدار کا پابند کیا اس سے کہیں زیادہ ان باتوں پر خود عمل کر کے دکھلایا۔ **فجزاہ اللہ عنا وعن جمیع امتہ افضل ما جزیت نبیا عن امتہ صلی اللہ علیہ وسلم**

(۱۰) اختلافی واجتہادی مسائل میں ''امر و نہی'' درست نہیں ہے

جو مسائل فقہاءِ مجتہدین کے نزدیک مختلف فیہ ہیں یعنی ائمہ مجتہدین کے درمیان اُن میں اختلاف پایا جاتا ہو تو ایسے مسائل میں ایک فریق دوسرے فریق پر نکیر کرسکتا ہے یا نہیں؟ اس کے جواب میں علماءِ کرام کی رائے یہ ہے کہ اجتہادی واختلافی مسائل میں نکیر نہیں ہے، اس لئے کہ جس پر نکیر کی جارہی ہے ممکن ہے کہ وہ اس کو منکر نہ سمجھتا ہو اور جواز کے قائل فریق پر اعتماد کرتا ہو، مگر یہ صرف واقعی ''مجتہد فیہ مسائل'' میں ہے، اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ہر کسی بزعمِ خویش مجتہد کے اوہام وافکارِ باطلہ پر بھی نکیر نہیں کی جاسکتی، بلکہ ایسے لوگوں اور ان کے افکار کا رَد کرنا علماءِ کرام کی اہم ذمہ داری ہے۔

☆ امامِ نوویؒ فرماتے ہیں:

معروفات کے حکم اور منکرات کی روک تھام کے سلسلہ میں علماءِ کرام کو بھی اس

بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ وہ اختلافی امور نہ ہوں، اس لئے کہ مسائلِ اجتہادیہ میں اکثر محققین کے مطابق ہر مجتہد حق پر ہے، اگرچہ بعض علماء کے نزدیک اُن میں سے کوئی ایک حق پر ہے مگر اس ایک کی قطعی تعیین نہیں ہوسکتی، اس لئے ان امور میں کسی ایک جانب کو اختیار کرنے والے پر ''امر و نہی'' نہیں کی جاسکتی، البتہ کسی مسئلہ میں کوئی ایسی صورت ہو جس کے اختیار کرنے سے اختلافِ اجتہادی سے بچا جاسکتا ہو تو اس کی ترغیب دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (مسلم بشرح النووی، کتاب الایمان)

☆ علامہ ظفر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں:

مختصر یہ کہ امورِ اجتہادیات میں منکر وہ ہے جو اس کے مرتکب کے نزدیک بھی منکر ہو، مثلاً آپ کو معلوم ہے کہ کوئی حنفی کسی شافعی کے گھوڑے کا گوشت کھانے پر نکیر نہیں کرسکتا، اس لئے کہ وہ حنفی کے نزدیک اگر مکروہ ہے تو شافعی کے نزدیک اس کا استعمال درست ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ آج کل غیر مقلدین کا مقلدین کو گمراہ قرار دینا، اور عبادات میں اپنے علماء کے مختار طریقہ ہی کو سنت قرار دے کر دیگر مجتہدین کی اتباع کرنے والوں پر نکیر کرنا بلکہ تردید کرنا کوئی دینی خدمت نہیں ہے، محض زیادتی اور حدودِ دعوت اور آدابِ امر و نہی کی صریح خلاف ورزی ہے۔ اس حرکت کا سبب یا تو مفسرین وشارحین کی مدد کے بغیر براہِ راست قرآن وحدیث کا مطالعہ اور اپنی عقل وفہم پر ضرورت سے زیادہ اعتماد کر لینا ہے، یا پھر توسیعِ مسلک کی ہوس اور نفسانیت کی تسکین ہے۔ جب کہ یہ دونوں چیزیں آدمی کو صراطِ مستقیم اور سلفِ صالحین کے طرزِ قدیم سے ہٹا دینے کے لئے کافی ہیں، پھر اس کا جو نتیجہ نکل رہا ہے وہ بھی کسی صاحبِ نظر سے مخفی نہیں ہے کہ جو امت ان فقہی اور تحقیقی اختلافات کے باوجود باہم مل جل کر اور اخوت ومحبت کے ساتھ دین اور دین کی محنتوں میں لگی رہتی تھی وہ آج اس نامعقول اور غیر شرعی متشددانہ طرزِ عمل کی نحوست سے باہم دست وگریباں اور ایک دوسرے

سے متنفر ہوتی جارہی ہے۔ گھر گھر انتشار اور بھائی بھائی میں اختلاف ہوتا جارہا ہے، ظاہر ہے کہ ان حضرات کا یہ ''امرونکیر'' بجائے خود قابل تنکیر ہے۔

(۱۱) ''امرونہی'' کا کام احتیاط اور حکمت سے کرنا چاہئے

☆ فقیہ ابواللیث سمرقندیؒ فرماتے ہیں:

امر بالمعروف نہی عن المنکر کی تین شرائط ہیں۔(۱) نیت کا صالح ہونا کہ رضائے الٰہی اور اعلاءِ کلمۃ اللہ ہی اس کا مقصد ہو(۲) جس چیز کا حکم دے رہا ہے یا منع کررہا ہے اس کا صحیح علم ہونا، تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کی نکیر خود ایک منکر بن جائے (۳) اس کے نتیجہ میں کوئی ناخوشگوار بات پیش آئے تو اُس پر صبر کا حوصلہ ہونا، اس لئے کہ اس کام کے کرنے والوں کو اکثر ایذا کا سامنا کرنا پڑتا ہے جیسا کہ انبیاء علیہم السلام کو کرنا پڑا (۴) امرونہی میں نرمی وتواضع سے کام لینا کہ سختی سے اکثر نقصان ہی ہوتا ہے، (البتہ ضرورت کے مواقع مستثنیٰ ہیں) (۵) جس چیز کا امر یا جس بات سے نہی کررہا ہے اس پر خود بھی عمل کرنا اسلئے کہ بدعمل کے کلام میں اثر نہیں ہوتا۔

☆ حکیم الامت حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں:

امر بالمعروف نہی عن المنکر امورِ واجبہ میں واجب ہے، بشرطیکہ اس پر قدرت ہو، اور قدرت کے معنٰی ہیں اس کو کسی معتد بہ ضرر کا اندیشہ نہ ہو، اور مستحبات میں مستحب ہے، اگر کسی ضرر کے اندیشہ کے باوجود ہمت کر کے کوئی شخص امرونہی کا فرض ادا کرتا ہے تو اس کو اس عزیمت کا اجر ملے گا، پھر جس شخص کو ایسا کوئی اندیشہ لاحق نہ ہو (مثلاً حاکم کو اپنے ماتحتوں سے اور ہر آدمی کو اپنے اہل وعیال، خدام وغیرہ پر نکیر کرنے پر ان سے کوئی ضرر نہیں پہونچ سکتا) تو اس پر لازم ہے کہ اپنی قوت واختیار کو استعمال کر کے اس منکر کا ازالہ کردے، بصورتِ دگر زبان سے نکیر کرے، وہ بھی نہ کرسکے تو دل سے اس کو بُرا جانے، اور مبتلائے منکر یا تارکِ واجب سے ناراض اور

خفا رہے، ایک بات یہ بھی ملحوظ رکھنے کی ہے کہ ''امر ونہی'' کرنے والا اس مسئلہ کے بارے میں بقدرِ ضرورت علمِ صحیح بھی رکھتا ہو، ایک بات یہ بھی ملحوظ رکھنے کی ہے کہ مستحب امور میں بہت نرمی سے کام لے اور واجبات کی اصلاح کو مستحبات پر مقدم کرے، جب نرمی سے بالکل ہی کام نہ چلے تو پھر بقدرِ ضرورت سختی کو اختیار کرے۔

(احکام القرآن ۲/ ۵۸)

☆ حضرت سہل بن عبداللہ تستریؒ فرماتے ہیں:

جو شخص اپنے نفس کے سوائے دوسرے پر قادر نہیں اسلئے وہ ''امر ونہی'' صرف اپنی ذات کی حد تک بجالاتا ہے اور دوسروں کی جو برائیاں اس کو نظر آتی ہیں ان کو دل سے برا جانتا ہے تو جس قدر **امر بالمعروف ونھی عن المنکر** اسکو چاہیے تھا گویا اس نے اس کو بجالایا۔

☆ حضرت امام غزالیؒ فرماتے ہیں: کوئی شخص اپنے گھر کے اندر کوئی غلط کام کر رہا ہو تو نکیر کرنے والے کیلئے بلا اجازت اندر جا کر اس سے پوچھنا کہ تو کیا کر رہا ہے، یا دروازہ ودریچہ سے کان لگانا یہ معلوم کرنا کہ وہاں کیا ہو رہا ہے درست نہیں ہے، کیونکہ جس کام کو اللہ تعالیٰ پوشیدہ رکھیں اس کو مخفی ہی رہنے دینا چاہیئے۔

اور فرماتے ہیں: جب ظاہر نظر میں کوئی کام بُرا معلوم ہو تو نیک کام کی تعلیم دیں اور اچھی باتیں بتلا دیا کریں، اگر کوئی جاہل جہالت سے آپ کی ہدایات پر عمل نہ کرے اور ناخوش ہو کر آپ کے آزار کے درپئے ہو جائے اور زبان سے برا بھلا کہے تو ایسے جاہلوں سے اعراض کریں اور کنارہ کش رہیں، جاہلوں کے ساتھ آپ بھی جاہل بن کر مقابلہ نہ کریں۔ (مواعظِ حسنہ ج:۲ ص:۵۷)

☆ حضرت سعید بن جابرؓ فرماتے ہیں:

میں نے ابن عباسؓ سے پوچھا کہ کیا میں بادشاہ کو **امر بالمعروف نھی عن المنکر** کر سکتا ہوں؟ انہوں نے فرمایا ''اگر تمہیں اپنے قتل کر دئے جانیکا خوف ہے تو

مت کرو! میں نے دوبارہ پوچھا تو یہی جواب دیا، سہ بارہ پوچھا تو پھر یہی جواب دیا، ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ اگر تم یہ کام کرنا ہی چاہتے ہو تو تم جانو اور بادشاہ!

☆ حضرت طاؤسؒ فرماتے ہے:

ایک شخص نے حضرت ابن عباسؓ سے دریافت کیا کہ کیوں نہ میں اس بادشاہ کو **امر بالمعروف نھی عن المنکر** کروں؟ فرمایا: تم اپنے آپ کو اس کیلئے آزمائش نہ بنالو! اس نے پوچھا کہ اگر وہ مجھے اللہ کی نافرمانی کا حکم دے تب بھی کچھ نہ کہوں؟ فرمایا: اگر ایسی بات ہے تو ہمت کا مظاہرہ کرو۔

☆ فقیہ ابواللیث سمرقندیؒ فرماتے ہیں: **امر بالمعروف نھی عن المنکر** کرنے والے کو چاہیئے کہ حتی المقدور تنہائی میں سمجھانیکی کوشش کرے کیونکہ یہ زیادہ مفید مطلب صورت ہے، پھر اگر یہ صورت مفید مطلب نہ ہو تو علانیہ بھی توجہ دلاسکتا ہے، اور نیکوکاروں پرہیزگار لوگوں کے ذریعہ اس شخص پر دباؤ بھی ڈالا جائے۔ اسلئے کہ اگر یہ لوگ ناراضگی کے اظہار سے اس برائی پر قابو نہیں پاسکتے تو وہ لوگ ان پر غالب آجائیں گے۔

(مکاشفۃ القلوب ص:۱۷)

☆ حافظ ابن رجبؒ ،فضیل بن عیاضؒ وغیرہ فرماتے ہیں:

''بادشاہوں اور حاکموں کو **امر بالمعروف نھی عن المنکر** کرنے میں اس بات کا خوف ہو کہ وہ ان کے اہل وعیال یا پڑوسیوں وغیرہ پر ظلم کریں گے تو ایسی صورت میں ان کو چھیڑنا مناسب نہیں ہے، کیونکہ اگرچہ راہِ خدا میں تکلیف اٹھانا فضیلت وعزیمت کی بات ہے مگر یہاں شخصی مجاہدہ ہی کا مسئلہ نہیں ہے دوسروں کی تکلیف کا مسئلہ بھی ہے، اس لئے ناپسندیدہ ہے، اسیطرح اگر **امر بالمعروف نھی عن المنکر** کرنیوالے کو تلوار، کوڑے، قید، جلاوطنی، تاوان وغیرہ مصائب سے دوچار کردئے جانے کا اندیشہ ہو تو اس کی وجہ سے امرونہی کا فریضہ اس پر سے ساقط ہوجائیگا۔ اگر صرف بدکلامی، اور گالی گلوج کا اندیشہ ہے تو محض اسکی وجہ سے وجوبِ امرونہی ذمہ سے ساقط نہ ہوگا۔

☆امام احمدؒ فرماتے ہیں:

اور اگر کوئی شخص ان اذیتوں کے احتمال کے باوجود ہمت کر کے امر و نہی کا فریضہ ادا کرتا ہے تو یہ بڑی عزیمت کی بات ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "سب سے افضل جہاد ظالم بادشاہ کے سامنے احقاقِ حق کرنا ہے"۔ اور اگر اذیت سہنے کی ہمت اور صبر کا یارا نہ ہو تو پھر ایسی صورت میں امراء و حکام کو نہیں چھیڑنا چاہئے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا مومن کیلئے مناسب نہیں ہے کہ اپنے آپ کو ذلیل کرے۔

(جامع العلوم والحکم ص:۳۹۱)

☆محدثِ دکن حضرت عبداللہ شاہؒ فرماتے ہیں: امر بالمعروف میں خلوص نیت کا زیادہ اثر ہے، طریقہ بھی اچھا ہونا چاہئے، ہم اپنی طرف سے **امر بالمعروف نهی عن المنکر** کا ایسا طریقہ اختیار نہ کریں جس سے کوئی خفا ہو جائے، اگر ہمارے اچھے طریقہ سے نکیر کرنے پر بھی کوئی خفا ہوتا ہے تو ہونے دیجئے، اس کی پروا نہیں، ہمیں تو خدا پر نظر رکھنا اور صرف اس کی رضا کا طالب ہونا چاہئے۔ جب ظاہر نظر میں کوئی کام بُرا معلوم ہو تو نیک کام کی تعلیم دیں، اور اچھی باتیں بتلا دیا کریں، اور اگر کوئی جاہل جہالت میں آ کر آپ کی باتوں پر عمل نہ کرے اور ناخوش ہو کر آپ کی ایذا رسانی کے درپے ہو جائے اور زبان سے بُرا بھلا کہے تو ایسے جاہلوں سے اعراض کریں اور کنارہ کش رہیں، جاہلوں کے ساتھ آپ بھی جاہل نہ بن جائیں، مذہبی امور میں سختی کا کوئی فائدہ نہیں، ہم سب کا حال ہمارا پروردگار خوب جانتا ہے کہ کون کس قابل ہے، سختی سے کہنے کی ضرورت نہیں، نرمی سے کہیں تا کہ اثر بھی ہو، اور آپ بھی اپنی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہو جائیں، **امر بالمعروف ونهی عن المنکر** سے ممکن ہے کہ ناگواری و ناراضگی ہو، کیونکہ حق بات تلخ ہوتی ہے اور حق بات کے تسلیم کرنے میں تکلیف بھی ہوتی ہے، اگر نرمی کے ساتھ امر معروف اور نہی منکر کیا جائے تو کبھی نااتفاقی نہیں ہوگی۔

(مواعظِ حسنہ ج:۱ص:۵۱،۵۲)

☆علامہ سید محمد آلوسی بغدادیؒ فرماتے ہیں:

اگر کسی منکر سے ایک شخص ہی کو واقفیت ہے، دوسروں کو علم نہیں تو ایسی صورت میں اس واقف شخص کے ذمہ اس منکر پر نکیر لازم ہے، بشرطیکہ اسے اس کے ازالہ پر قدرت ہو، مثلاً اپنی بیوی بچوں اپنے ماتحتوں کو کسی معروف میں کوتاہی کرتے یا کسی منکر میں مبتلا ہوتے دیکھے تو اس پر ان کی اصلاح و درستگی کی فکر شرعاً لازم وضروری ہے۔

(روح المعانی:۲/۲۲)

☆رکن الاسلام سمرقندیؒ فرماتے ہیں:

والدین کو امر بالمعروف نهی عن المنکر میں سنت یہ ہے کہ ایک آدھ مرتبہ انہیں توجہ دلا کر سکوت اختیار کرے اور ان کے لئے دعا کا اہتمام کرتا رہے، جو شخص فکر اور دعا کا اہتمام کرے گا تو اس کی طرف سے اللہ تعالیٰ کافی ہو جائے گا۔

(شرعۃ الاسلام:۳۶۷)

(۱۲)"امر ونہی" کا کام کرنے کے فوائد وفضائل

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے اس کام کی ترغیب دینا اور اس پر امت کی فوز وفلاح کو موقوف رکھنا نیز دیگر عبادات اور اعمالِ صالحہ کے موجود ہونے کے باوجود محض اس کام کے نہ کرنے کی وجہ سے عذابِ عام میں مبتلا کیا جانا اس بات کو سمجھنے کے لئے بہت کافی ہے کہ امر بالمعروف نهی عن المنکر کے کام کی فضیلت کتنی ہے اور اس کے ترک کا نقصان کیا ہے؟ تاہم چند آیات واحادیث اس عنوان کے تحت بھی پیش کی جاتی ہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَاءِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ. (سورۃ النحل:۹۰)

بے شک اللہ تعالیٰ عدل، احسان، اور اہلِ قرابت پر مال خرچ کرنیکا حکم دیتا ہے، اور فحش، ناپسندیدہ اور ظلم کے کاموں سے منع فرماتا ہے، وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے تا کہ تم نصیحت حاصل کرو۔

مذکورہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے خود اپنے بارے میں فرمایا کہ وہ اپنے بندوں کو اچھی باتوں کا حکم دیتا ہے اور بری باتوں سے روکتا اور منع فرماتا ہے، معلوم ہوا کہ جو کام خود کرتا ہے اسی کے کرنے کا بندوں کو حکم دیا ہے۔

اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰةِ وَالْاِنْجِیْلِ یَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ (سورۃ الاعراف آیت:۱۵۷)

جو لوگ اُس رسول کا اتباع کرتے ہیں جو نبی امی ہے، جس کے بارے میں اہل کتاب تورات وانجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں وہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرتے ہیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ کے رسول ﷺ کی امتیازی صفت بھی امر بالمعروف نھی عن المنکر ہے، اسی لئے تو یہاں دیگر صفات سے مقدم بیان فرمایا، نیز یہیں سے یہ بھی پتہ چلا کہ امر بالمعروف نھی عن المنکر کے مبارک کام میں لگنے والا اللہ تبارک وتعالیٰ اور حضرت محمد ﷺ کے کام میں شریک وشامل ہے، یہ کتنی بڑی فضیلت اور کیسی عالی نسبت ہے، اللہ پاک قدر کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

سورۂ لقمٰن آیت:۱۷ میں امر بالمعروف ونھی عن المنکر کو ”کارِ عزیمت“ یعنی بڑی ہمت کا کام فرمایا گیا۔

سورۂ ذاریات آیت:۵۵ میں امر بالمعروف ونھی عن المنکر کو مؤمنین کے حق میں نفع مند بتلایا گیا ہے۔

سورۂ توبہ آیت:۱۱۲ میں اوراعمالِ صالحہ کے ساتھ امر بالمعروف ونھی عن المنکر کا ذکر کر کے اسے ایمانی صفت قرار دیا گیا اور خوشخبری دی گئی ہے۔

سورۂ توبہ آیت:۷۱ میں صحابہ کرام کی اس صفت کے ساتھ تعریف کر کے ان

سے خوشنودی کا اظہار کیا گیا ہے۔اور امر بالمعروف نھی عن المنکر کو اہلِ ایمان کی صفات میں شمار کر کے ایسے لوگوں پر رحمتِ الٰہی کا وعدہ کیا گیا ہے۔

سورۂ اعراف آیت: ۱۶۵ میں بنی اسرائیل پر سخت عذاب کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا اس عذاب سے ہم نے اُن لوگوں کو بچالیا جو برائیوں سے لوگوں کو روکا کرتے تھے۔

یہ اور ان کے علاوہ بہت سی فضیلتیں ہیں جو قرآن وحدیث میں جگہ جگہ بیان کی گئی ہے،قدرداں کے لئے یہی بہت کافی ہیں۔

حضرت ابن شہابؒ کہتے ہیں کہ حضرت ہشام بن حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ اپنے ساتھ چندلوگوں کی جماعت بنا کر امر بالمعروف کیا کرتے تھے،حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب کسی برائی کی خبر ملتی تو فرماتے جب تک میں اور ہشام زندہ ہیں یہ برائی نہیں ہوسکے گی۔ (حیاۃ الصحابہؓ)

سلفِ صالحین فرماتے ہیں:

جس بستی میں انصاف پسند حکام،حق پرست علماء،امر بالمعروف نھی عن المنکر کرنے والے مشائخ،بےحجابی وفیشن پرستی سے بچنے والی خواتین موجود ہوں وہ بستی تمام بلاؤں اور مصیبتوں سے محفوظ رہتی ہے۔ (احکام القرآن ۲/۴۰)

(۱۳)"امرونہی" کا کام نہ کرنے کے نقصانات

جہاں تک اس فریضے سے غفلت کے ترک پر وعیدوں کا معاملہ ہے تو وہ بھی اس قدر سخت اور اتنی زیادہ ہیں کہ اس مختصر رسالہ میں جمع نہیں کی جاسکتیں،تاہم چند ایک ذیل میں ملاحظہ فرمالیں۔

یہودیوں کی بربادی ومردودی کے اسباب بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُنْكَرٍ فَعَلُوْهُ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ. (سورۃ المائدۃ آیت:۷۹)

وہ لوگ جن برائیوں میں خود مبتلا تھے ان سے دوسروں کو منع نہیں کرتے تھے، واقعی یہ ان کی بڑی بُری حرکت تھی۔

دوسری آیت میں انہی یہودِ بے بہود کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا:

لَوْ لَا يَنْهَاهُمُ الرَّبَّانِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ. (سورۃ المائدۃ آیت:۶۳)

علماء اور مشائخ نے اپنی قوم کو گناہ کے بول بولنے اور حرام کھانے سے کیوں نہیں روکا؟ بے شک یہ ان کی بہت ہی بُری حرکت تھی۔

پیچھے حضرت ابن عباسؓ کا قول گذر چکا ہے کہ یہ قرآن کریم کی وعیدوں میں سب سے سخت وعید ہے، **امر بالمعروف نھی عن المنکر** کے ترک کی مذمت میں اس سے بڑھ کر اور کیا وعید ہو سکتی ہے۔

عن جابرؓ قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اوحى الله عز وجل الى جبريئل عليه السلام ان اقلب مدينة كذا و كذا باهلها، فقال يا رب! ان فيهم عبدك فلانا لم يعصك طرفة عين، قال فقال اقلبها عليه وعليهم، فان وجهه لم يتمعّر فِيّ ساعة قط. (مشکوٰۃ ۳/۱۰۲)

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے (بنی اسرائیل کی ایک بستی کے بارے میں) جبرئیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ اس بستی کو اٹھا کر پلٹ دو، انہوں نے عرض کیا کہ پروردگار! اس بستی میں ایک بندہ آپ کا ایسا ہے جس نے ایک لمحہ بھی آپ کی نافرمانی نہیں کی، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے (اس کے جواب میں) فرمایا: اس کے بشمول ان سب لوگوں پر بستی کو الٹ دو، اس لئے کہ ساری

بستی میری نافرمانی کرتی رہی مگر اس کے
ماتھے پر شکن تک نہ پڑا۔

اللہ اکبر! کتنی عبرتناک سزا ملی اور کس قدر خطرناک انجام ہوا اس فریضے سے کوتاہی کا کہ مدت العمر کی عبادت وریاضت اور زہد وتقویٰ اس کے انجامِ بد سے بچا نہ سکا۔ اعاذنا اللہ منه

اس کے علاوہ احادیثِ شریفہ میں **امر بالمعروف نہی عن المنکر** کو ترک کردینے والوں پر مرنے سے پہلے عذاب میں مبتلا کردئے جانے، دعاؤں کی تاثیر ختم کردیئے جانے، نصرتِ الٰہی سے محروم کردیئے جانے، قلوب کے مسخ اور گڈمڈ کردیئے جانے، وحی کی برکات اٹھالئے جانے وغیرہ جیسی سخت وعیدیں منقول ہوئیں ہیں، ان میں سے بعض پچھلے صفحات میں بھی گذر چکی ہیں۔ یہاں جس قدر مذکور ہوا وہ ہماری عبرت وہدایت کے لئے بہت کافی ہے۔

(۱۴) ''امر ونہی'' سے متعلق صحابہ کرامؓ کے چند واقعات

☆ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی حجاج بن یوسف کے مظالم پر نکیر

حجاج اس امت کا بڑا ظالم وجابر حکمران تھا، ایک مرتبہ اپنے زمانۂ گورنری میں خطبہ دے رہا تھا، اُسی دوران حضرت عبداللہ بن عمرؓ کھڑے ہوئے اور حجاج سے مخاطب ہوکر فرمایا:

''او خدا کے دشمن! تو نے اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حلال کرلیا ہے، اور بیت اللہ کو اُجاڑ دیا ہے، اور اولیاء اللہ کو قتل کرادیا ہے''۔

حجاج نے تعجب سے پوچھا یہ کون ہیں؟ لوگوں نے کہا یہ عبداللہ بن عمرؓ ہیں، حجاج نے کہا شیخ چپ ہوجاؤ، تم سٹھیا گئے ہو۔ (تذکرۃ الحفاظ)

☆حضرت ابوایوب انصاریؓ کی قبلہ رو بنے ہوئے بیت الخلا پر نکیر

حضرت ابوایوب انصاریؓ جب شام اور مصر کے دورے پر گئے تو وہاں بیت الخلا قبلہ رو بنے ہوئے دیکھے تو ناراض ہوکر فرمایا کہ یہاں بیت الخلا قبلہ رو بنے ہوئے ہیں، حالانکہ حضور ﷺ نے اس کی ممانعت فرمائی ہے۔

☆حضرت انسؓ کی لوگوں کے نماز تاخیر سے پڑھنے پر نکیر

ایک مرتبہ کچھ لوگ ظہر کی نماز پڑھ کر حضرت انسؓ سے ملاقات کے لئے آئے تو انہوں نے دیکھا کہ حضرت انسؓ خادمہ سے وضو کے لئے پانی مانگ رہے ہیں، ان لوگوں میں سے ایک شخص نے حضرت انسؓ سے کہا ہم لوگ تو ظہر کی نماز ابھی ابھی پڑھ کر آرہے ہیں، آپ کس نماز کے لئے وضو کررہے ہیں؟ حضرت انسؓ کو ان لوگوں کی سستی پر غصہ آگیا، اور فرمایا وہ نماز منافق کی ہوتی ہے کہ آدمی بیکار بیٹھا رہے اور نماز پڑھنے اس وقت اُٹھے جب وقت مکروہ ہوجائے۔

☆حضرت حذیفہؓ کی سونے کے برتن استعمال کرنے پر نکیر

حضرت حذیفہ کے اپنے زمانۂ گورنری میں ان کی خدمت میں مدائن کے ایک رئیس نے سونے کے پیالے میں پانی پیش کیا، تو آپ نے پیالہ پھینک دیا اور فرمایا: میں نے اس کو پہلے بھی منع کیا تھا مگر یہ نہ مانا، حالانکہ جناب رسول اللہ ﷺ نے اس کی ممانعت فرمائی ہے۔

☆حضرت مغیرہؓ کی ''رستم'' شاہِ ایران پر نکیر

قادسیہ کی مشہور جنگ ہے جو سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں ایرانیوں سے لڑی گئی، حضرت عمرؓ نے اس جنگ کا سپہ سالار حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو مقرر فرمایا تھا، حضرت سعدؓ نے ایرانی سپہ سالار ''رستم'' کے مطالبہ پر اپنے کئی نمائندے بھیجے، آخر میں حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کو بھیجا، رستم نے مسلمانوں کے سفیر حضرت مغیرہؓ کو مرعوب کرنے کے لئے بڑے کروفر سے اپنا دربار سجایا، اور

اپنی شان وشوکت کا خوب مظاہرہ کیا، زمین پر بیش قیمت فرش بچھادیا، دیواروں پر زرق برق پردے لٹکائے، اور دربار میں سونے کے تخت پر جواہرات کا تاج پہن کر بڑی شان وشوکت اور تکبر سے بیٹھا، درباری سونے کے تاج اوڑھے ہوئے رستم کا استقبال کررہے تھے، خدام اور پہریدار دو روّیہ ہاتھ جوڑے کھڑے تھے، حضرت مغیرہ اس کروفر سے ذرّہ برابر بھی متأثر نہیں ہوئے، رستم کے بچھائے ہوئے قیمتی فرش پر گھوڑے پر سواری کی حالت میں رستم تک پہنچ گئے، اور تخت پر چڑھ کر اس کے زانو سے زانو ملا کر بیٹھ گئے، حضرت مغیرہؓ کی اس جرأت پر تمام درباری حیران رہ گئے، آخر پہرہ دار نے آگے بڑھ کر ان کو تخت سے نیچے گرادیا، اس کے باوجود حضرت مغیرہؓ بالکل خوف زدہ نہیں ہوئے اور برجستہ جواب دیا:

"اے ایران کے سردار! ہم تمہیں عقلمند سمجھتے تھے، لیکن تم تو بڑے بیوقوف نکلے، سنو! ہم مسلمان لوگ انسانوں کو خدا نہیں بناتے، اور ہم کمزوروں پر طاقتور کی آقائی کے قائل نہیں، ہمارا خیال تھا کہ تمہارے یہاں بھی یہی دستور ہوگا، بہتر تھا تم ہمیں پہلے بتادیتے کہ تمہارے ہاں کمزور طاقتور کی پوجا کرتے ہیں اور انہیں دیوتا بنا کر اونچی جگہ بٹھاتے ہیں، انسانی مساوات کا اصول تمہیں تسلیم نہیں، اگر یہ بات مجھے پہلے معلوم ہوجاتی تو میں ہرگز تمہارے دربار میں نہ آتا"۔

☆ حضرت ابوسعید خدریؓ کی حضرت امیر معاویہؓ پر ان کے مرتبہ کے مطابق نکیر

حضرت ابوسعید خدریؓ ایک دن حضرت امیر معاویہؓ کے دربار میں جا کر اُن سے ملے، اور کہا آپ صحابیِ رسول ہیں، اور خلقِ خدا کی فلاح دینی ودنیاوی اصلاح کا بوجھ آپ کے کاندھوں پر ہے، آپ سے ہر امر کے متعلق اللہ کے ہاں باز پرس ہوگی، آپ اُن بدعات کی اصلاح کریں جو لوگوں میں پھیل رہی ہیں۔

(علماءِ حق، مفتی انتظام اللہ شہابی)

☆حضرت عبادہ بن الصامت انصاریؓ کی برائیوں پر نکیر اور اظہارِ حق

حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ حق بات کہنے میں کسی سے نہ ڈرتے تھے، نہ دبتے تھے، عوام تو عوام خواص امراء اور حاکمِ وقت سے بھی نڈر ہوکر حق بات کہہ دیتے ، اور **امر بالمعروف نہی عن المنکر** کا فریضہ بلاخوف وخطر انجام دیتے تھے، جب آپ شام میں قیام پذیر تھے تو وہاں خرید وفروخت کے سودی معاملات پر لوگوں کو روک ٹوک کرتے رہتے تھے، ان کی شدت کی شکایات پر حضرت عثمان غنیؓ نے ان کو اپنے پاس مدینہ منورہ بلالیا، حضرت عثمان غنیؓ نے حضرت عبادہ سے پوچھا: عبادہ! کیا معاملہ ہے؟ آپ نے حاضرین کے سامنے اپنے جذبات بلا جھجک ظاہر کرتے ہوئے فرمایا: ”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے بعد حکام منکر کو معروف سے اور معروف کو منکر سے بدل دیں گے، لیکن اللہ تعالیٰ کی معصیت میں کسی کی اطاعت نہیں، تم لوگ بدی کے یعنی خلافِ شرع کاموں سے ہرگز آلودہ نہ ہونا“۔ (صحابہ کی انقلابی جماعت)

☆حضرت ابوایوب انصاریؓ کی مغرب کی نماز تاخیر سے پڑھنے پر نکیر

حضرت عقبہؓ حضرت عمر فاروقؓ کے زمانۂ خلافت میں مصر کے گورنر تھے، ایک مرتبہ کسی وجہ سے ان کو مغرب کی نماز میں دیر ہوگئی، حضرت ابوایوب انصاریؓ نے ان کو فوراً ٹوکا **ما هذه الصلوٰة عقبة** عقبہ! یہ کونسی نماز ہے؟ عقبہؓ نے بُرا ماننے کے بجائے معذرت کرتے ہوئے کہا: ایک کام کی وجہ سے دیر ہوگئی“ حضرت ابوایوبؓ نے کہا: تم رسول اللہ ﷺ کے صحابی ہو، تم کو دیکھ کر لوگ یہ سمجھیں گے کہ رسول اللہ ﷺ مغرب کی نماز اسی وقت پڑھا کرتے تھے، تم جیسے لوگوں کو احتیاط کرنا چاہتے ہیں۔

☆حضرت ابوہریرہؓ کی گورنر مدینہ ”مروان“ پر نکیر

حضرت ابوہریرہؓ **امر بالمعروف نہی عن المنکر** کے کام میں نہایت بیباک اور جری واقع ہوئے تھے، آپ مدینہ منورہ میں قیام پذیر تھے، یہاں کا گورنر مروان تھا، ایک مرتبہ حضرت ابوہریرہؓ اس کے گھر تشریف لے گئے، تو اس کے گھر میں

تصویریں لگی ہوئی نظر آئیں، تو آپ سے برداشت نہ ہوا اور مروان سے مخاطب ہو کر فرمایا: میں نے آنحضرت ﷺ سے سنا ہے کہ اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہوگا جو خدا کی بنائی ہوئی مخلوق کی طرح مخلوق بناتا ہے، اگر اس کی قدرت میں ہے تو غلہ یا جو کا ایک دانہ پیدا کر کے دکھائے۔ (فہم قرآن مصنفہ مولانا سعید احمد اکبر آبادی)

آگے حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ کی شہرہ آفاق کتاب "حیاۃ الصحابہؓ" سے چند واقعات نقل کئے جاتے ہیں:

☆ حضرت ابی بن کعبؓ کا حضرت عمرؓ کے سامنے اظہارِ حق

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے قرآن کریم کی یہ آیت پڑھی: مِنَ الَّذِيْنَ اسْتَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْاَوْلَيَانِ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا تم نے غلط پڑھا، حضرت ابیؓ نے کہا: میں نے ٹھیک پڑھا ہے، آپ ہی غلطی پر ہیں، کسی آدمی نے حضرت ابیؓ سے کہا آپ امیر المؤمنین کی بات کو غلط کہہ رہے ہیں؟ حضرت ابیؓ نے کہا میں تم سے زیادہ امیر المؤمنین کی تعظیم کرنے والا ہوں، لیکن چونکہ ان کی بات قرآن کے خلاف تھی اس وجہ سے میں نے قرآن کے مقابلہ میں ان کی بات کو غلط کہا ہے اور یہ نہیں ہوسکتا کہ میں قرآن کو غلط کہوں اور امیر المؤمنین کی غلط فہمی کو ٹھیک کہوں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضرت ابیؓ ٹھیک کہتے ہیں۔

☆ حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ کی جرأتِ امر و نہی

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ ایک مجلس میں تھے اور ان کے ارد گرد حضراتِ مہاجرین اور انصار بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ذرا یہ بتانا کہ اگر میں کسی کام میں ڈھیل برتوں تو تم کیا کرو گے؟ تمام حضرات ادباً خاموش رہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی اس بات کو دو تین مرتبہ دہرایا تو حضرت بشیر بن سعد نے فرمایا اگر آپ ایسا کریں گے تو ہم

آپ کو ایسا سیدھا کر دیں گے جیسے تیر کو سیدھا کیا جاتا ہے۔اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خوش ہو کر فرمایا پھر تو تم لوگ ہی امیر کی مجلس میں بیٹھنے کے قابل ہو۔

☆ حضرت ابن مسعودؓ کی ایک شخص پر نکیر

حضرت یزید بن عبید اللہؒ اپنے بعض ساتھیوں سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ جنازہ کے ساتھ جا رہا ہے اور ہنس بھی رہا ہے تو فرمایا کہ تم جنازے کے ساتھ چلتے ہوئے بھی ہنس رہے ہو؟ اللہ کی قسم! میں تم سے کبھی بات نہیں کروں گا۔

☆ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگرچہ میں ایک نیکی پر عمل نہیں کر رہا ہوتا ہوں لیکن میں دوسروں کو اس نیکی کے کرنے کا حکم دیتا ہوں اور مجھے اس پر اللہ سے اجر ملنے کی امید ہے۔ (حیاۃ الصحابہؓ)

(۱۵) ''امر ونہی'' سے متعلق محی السنۃ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحبؒ کے چند گرانقدر ملفوظات

محی السنہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحبؒ کو اللہ تعالیٰ نے اس زمانے میں اس فریضے کا مجدد بنا دیا تھا، حضرتؒ سارے عالم میں پوری زندگی اسی کا سبق دیتے رہے اس کی اہمیت بتلاتے رہے، اس سے غفلت پر کُڑھتے رہے، اور عملی طور پر انفراداً ''مجلس دعوۃ الحق'' کے ذریعہ اجتماعاً اس فریضے کو انجام دیتے رہے، اسلئے ذیل میں ان کے چند ارشادات کو بھی شامل مضمون کیا جا رہا ہے۔

(۱) ارشاد فرمایا: کہ حضرت اقدس حکیم الامت مولانا تھانوی قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ بعض لوگ وہ ہیں جو بظاہر خود تو اعمالِ صالحہ کرتے ہیں، اور معاصی سے بچتے ہیں مگر اس کے ساتھ ہی ان لوگوں کے غیر شرعی افعال و معاصی میں شریک بھی رہتے ہیں جو خدا کے نافرمان ہیں، محض اس خیال سے کہ یہ دنیا ہے اس میں

رہتے ہوئے برادری اور کنبہ کو کیسے چھوڑا جاسکتا ہے؟ اور یہ مقولہ زبان زد ہے کہ ''میاں دین سے دنیا تھامنا بھاری ہے'' اور بعض وہ ہیں کہ جو ایسے ماحول میں شریک تو نہیں ہوتے مگر ان کاموں کو ہوتے ہوئے دیکھ کر ان کو ان کاموں سے نفرت بھی نہیں ہوتی، ان کے مرتکبین کے ساتھ شیر وشکر کی طرح ملے جلے رہتے ہیں، یعنی ان کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے کھانے پینے میں ان سے کوئی پرہیز نہیں کرتے، حاصل یہ ہے کہ اپنے کسی برتاؤ سے ان پر اظہارِ نفرت نہیں کرتے تو (ایسے لوگ بھی مبتلائے عقوبت ہوتے ہیں، اس پر اگر یہ شبہ ہوتا ہے کہ یہ لوگ ان معصیتوں کے مرتکب نہیں ہیں تو انہیں کیوں عذاب میں شامل کیا گیا تو) اس شبہ مذکورہ کا جواب یہ ہے کہ (ان کا ان گنہگاروں کے ساتھ) یہ شرکت یا سکوت کرنا خود معصیت ہے، اسلئے ان کا (عذاب میں) ابتلاء بھی معصیت کے سبب سے ہوگا، اور اب یہ اعتراض نہ ہو سکے گا کہ غیر عاصی پر بھی مصائب آتے ہیں، اور اس کی مثال تو دنیا میں بھی موجود ہے، جو شخص حکومت اور سلطنت کے باغیوں سے میل رکھتا ہے یا ان کو امداد دیتا ہے وہ شخص بھی باغیوں میں شمار کیا جاتا ہے، وفاداری اسی وقت تک ہے کہ ہم اس کے دشمنوں سے نہ ملیں ورنہ ایسے شخص کو وفادار ہی نہ کہیں گے جو دشمنوں سے ملے، یہ تو اجتماع ضدین ہے، گویا آپ دونوں کو جمع کرنا چاہتے ہیں اسی کو فرماتے ہیں ۔

ہم خدا خواہی وہم دنیائے دوں
این خیال است ومحال است وجنوں

(بحوالہ حیاتِ ابرار اصلاح امت کی فکر ص:۴۱۶)

(۲) ارشاد فرمایا: کہ اچھی باتوں کا کہنا بری باتوں سے روکنا ایسا کام ہے جس کے آداب اور طریقے ہیں، اس کو معلوم کرو، سیکھو، بعض لوگ کہتے ہیں کہ ''منکرات'' کی اصلاح کا کام کریں گے تو انتشار ہوگا فتنہ ہوگا، اس طرح کا خیال صحیح نہیں، اسلئے

کہ اللہ تعالیٰ فتنہ کو پسند نہیں کرتے اور سرورِ عالم ﷺ کو فتنہ وفساد ختم کرنے کیلئے بھیجا گیا تو پھر اللہ تعالیٰ اور اسکے رسولؐ کیسے کسی ایسے کام کے کرنے کا حکم دے سکتے ہیں، جس سے فتنہ پیدا ہو، اس کام سے جب بھی فتنہ ہوگا تو اس کا سبب یہ کام نہیں ہوگا بلکہ ہمارا بے اصولی کرنا اور حدود کی رعایت نہ کرنا ہوگا، کام اگر قاعدہ سے کیا جائے، تو پھر انشاء اللہ اچھے نتائج ظاہر ہوں گے، اور یوں تو مامورات کے کام میں بھی تھوڑا بہت انتشار ہوتا ہی ہے، آپریشن کرنے کیلئے سیکھنے کی ضرورت ہوتی ہے، ہر شخص آپریشن نہیں کرسکتا، آپریش کب کرے، نشتر کتنا لگائے، یہ سب چیزیں سیکھنے سے آتی ہیں اسی طرح نہی منکرات بھی دینی اعتبار سے ایک آپریشن ہے اور اس کے بھی حدود وآداب ہیں، اس لئے ان کی رعایت کر کے کام کیا جائے۔ (حیاتِ ابرار ص:۴۳۸)

ارشاد فرمایا: کہ جس طرح امر بالمعروف کا جگہ جگہ اہتمام سے کام ہو رہا ہے، نہی عن المنکر کا بھی تو اہتمام سے کام ہونا چاہئے دونوں ہی فرض کفایہ ہیں، آج کل برائیوں پر روک ٹوک نہ ہونے سے برائیاں تیزی سے پھیلتی جارہی ہیں، یہ کام بھی جماعتی حیثیت سے ہونا چاہئے۔ (حیاتِ ابرار ص:۴۳۸)

(۳) ارشاد فرمایا: کہ اگر پولیس آفسر کا بیٹا پٹ رہا ہے تو اسے دیکھ کر لوگ کیا سمجھیں گے یا تو پولیس آفیسر کو خبر نہیں یا لوگوں کو نہیں معلوم کہ یہ پولیس آفیسر کا بیٹا ہے یا پولیس آفیسر اپنے اس بیٹے سے ناراض ہے جو اس کی ہمدردی نہیں کرتا، آج امت مسلمہ کا یہی حال ہے، آج اس کی جو نصرت نہیں ہو رہی ہے اسی لئے نہیں ہو رہی ہے کہ ہم نے اللہ پاک کو ناراض کر رکھا ہے کیونکہ گناہوں کا عموم ہوتا جارہا ہے اور روک ٹوک سے بھی ہم غافل ہیں، اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل کی ایک بستی پر عذاب کا حکم آیا تھا، حضرت جبرئیلؑ نے عرض کیا اے اللہ! ایک صوفی عابد بھی اس بستی میں رہتا ہے جس نے آپ کی کبھی نافرمانی نہیں کی، ''ان فیھا عبد لم یعصیک طرفا قط'' ارشاد

ہوا: اس بستی کو پہلے اس پر پھر تمام بستی والوں پر الٹ دو کیونکہ یہ عابد میری نافرمانیاں دیکھتا تھا اور اس کے چہرے پر ناگواری کا اثر بھی نہ ہوتا تھا ”**اقلب عليه وعليهم لم يتمعر وجهه في**“ دیکھئے نہی عن المنکر نہ کرنے کی وجہ سے اس صوفی عابد پر بستی الٹنے کا حکم مقدم فرمایا گیا۔ (مجالس ابرار ص:۵۹)

ارشاد فرمایا: اگر ہمارے گھروں میں کوئی بچہ خبر دیتا ہے کہ بستر پر فلاں بھیا نے جوتا رکھدیا، یا دیوار پر لکیر بنادی، یا چائے کی پیالی میں مکھی گر گئی تو ہم سب کو فکر ہو جاتی ہے۔ حالانکہ چاء میں کمی تو نہیں ہوئی اضافہ ہی تو ہوا، پیروں پر ورم ہے اضافہ ہوا، مگر ڈاکٹر کے پاس بھاگے جارہے ہیں، معلوم ہوا کہ ہر اضافہ اور ہر ترقی آپ پسند نہیں کرتے اسی طرح اگر مچھر دانی میں دو تین مچھر گھس گئے تو بغیر ان کو نکالے چین سے نیند نہیں آسکتی، حالانکہ یہ دو تین عدد مچھر کتنا خون پی لیتے ایک رتی یا ایک ماشہ پی لیتے پھر وہ آرام سے سوتے آپ بھی آرام سے سوجاتے، لیکن دو تین قطرہ خون دینا گوارا نہیں۔ دوستو! سوچنے کی بات ہے کہ ہمارے گھر میں اگر منکرات داخل ہو جائیں گھر میں خلاف شریعت چیزیں داخل ہو جائیں ہمیں کوئی فکر نہیں، ہمارے بچے انگریزی بال رکھیں ہمارے بچے جاندار تصویریں لائیں ان کی کوئی فکر نہیں، گھر میں سانپ بچھو آجائیں تو فوراً نکالنے کی فکر ہوگی، ان کے نکالنے والوں کو بلائیں گے، اور اللہ تعالیٰ کے نافرمانیاں ہمارے گھر میں آویں تو ان کو دور کرنے کے لئے اتنی بھی فکر نہیں جتنی گھروں سے مچھروں کے نکالنے کی فکر ہے۔

(۴) ارشاد فرمایا: کہ منکرات کے معنی اجنبی کے ہیں جب دنیا کی اجنبی چیزوں سے سکون چھن جاتا ہے تو دین کے منکرات سے سکون کیسے باقی رہ سکتا ہے، انگلی میں کانٹا گھس گیا چین چھن گیا، آنکھ میں گرد وغبار آ گیا کھٹک اور درد شروع ہو گیا، کیونکہ اجنبی چیز ہے، لیکن اگر سرمہ لگالیا تو اور چین میں اضافہ ہوتا ہے کیونکہ سرمہ آنکھ

کیلئے اجنبی نہیں آنکھ سے سرمہ کو مناسبت ہے اسی طرح روحانی بیماریاں ہیں مثلاً حسد، غضب، کبران اخلاقِ رذیلہ کے آتے ہی سکون چھن جاتا ہے۔

(مجالس ابرارص:٦٦ تا ٦٧)

(۵) ارشاد فرمایا: کہ طاعون کے زمانہ میں ہر شخص چوہے سے ڈرتا ہے کہ طاعون کے جراثیم ہمارے گھر میں نہ آجائیں لیکن بدعملی اور منکرات کے چوہے ہمارے گھروں میں کتنے ہی ہوں فکر نہیں، سانپ گھر میں آجائے سب پریشان اور گھر میں خلافِ شرع وضع وقطع، تصویریں جاندار کی، ریڈیو کے گانے، ٹیلی ویژن کا گھریلو سینما آجائے تو کوئی فکر نہیں، ہر عمل کے معاملہ میں علم صحیح کی ضرورت ہے لاعلمی میں زہر کھانے سے نقصان نہیں پہونچے گا؟ یقیناً پہونچے گا۔ (مجالس ابرارص:٧٩)

(٦) ارشاد فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تمہارے اوپر جو مصائب اور پریشانیاں آتی ہیں وہ سب تمہارے ہاتھوں کی کمائی ہے اور فرماتا ہے **"ویعفو عن کثیر"** چونکہ اللہ تعالیٰ رحیم ہے فرما رہے ہیں کہ بہت سے گناہ تو معاف کردئے جاتے ہیں، اگر ہر گناہ پر پکڑ ہونے لگے تو معاملہ اور سخت ہوجائیگا، حدیث پاک میں ہے کہ اس امت کی بیماری گناہ ہے اور اس کا علاج توبہ واستغفار ہے، گناہوں کی کثرت کی وجہ سے مصائب کا سلسلہ جاری ہے اس سے خلاصی نہیں ہو پارہی ہے، جبکہ امور خیر کا سلسلہ برابر جاری ہے، مختلف انداز سے مکاتب، مدارس، خانقاہوں کے ذریعہ معروفات کے شیوع کا کام خوب ہورہا ہے اور دیگر امور خیر کا سلسلہ بھی جارہی ہے، قرآن پاک میں جابجا اللہ تعالیٰ نے معروفات کیساتھ منکرات کا بھی ذکر کیا ہے، جن سے اس کی خاص اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے اور جس طرح امر بالمعروف کے لئے ایک خاص جماعت ہونی چاہئے اسی طرح منکرات کے روک تھام کے لئے بھی ایک خاص جماعت ہونی چاہئے۔

(۷)ارشاد فرمایا: کہ جس نوع کے کام کی ضرورت ہے اس نوع کا کام نہیں ہورہا ہے، اسی وجہ سے گناہوں میں کمی نہیں آرہی ہے جب تک کہ گناہ بند نہیں ہونگے مصائب کا سلسلہ جاری رہیگا، اسلئے کہ فیصلے مسلمانوں کے اعمال پر اترتے ہیں اور منکرات کا کام مامورات سے بھی زیادہ ضروری ہے جیسے کہ صحت کیلئے موسم کے لحاظ سے غذا ضروری ہے اسی کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ پرہیز اور احتیاط کی جائے ورنہ غذا اور مقویات کا فائدہ نہیں ہوسکتا، اسی طرح ایمانی اعتبار سے انفرادی واجتماعی زندگیوں میں طاعات کے فوائد یا تو ظاہر ہی نہیں ہوں گے، اگر ہوئے بھی تو مکمل فوائد ظاہر نہیں ہونگے، جس کے لئے حدیث ریا شاہد ہے کہ ایک سخی، ایک عالم، اور ایک مالدار نے اپنی ساری زندگی دینی کاموں میں خرچ کردی تھی، مگر محض ریا کی وجہ سے وہ برباد ہوگئے میرے عزیزو! جن علاقوں میں یہ کام نہیں ہورہا ہے وہاں فرضِ کفایہ ہے اور جہاں ہورہا ہے وہاں بقدرِ ضرورت اضافہ ضروری ہے، اس کا سب کو اندازہ ہے۔

امر بالمعروف ونھی عن المنکر کے سلسلہ میں حضرت تھانویؒ نے خطبہ میں لکھا ہے کہ "**الحمد لله الذی جعل الامر بالمعروف والنھی عن المنکر القطب الاعظم فی الدین وبعث له النبیین اجمعین**" کہ **امر بالمعروف و نھی عن المنکر** دین کے قطب اعظم ہیں اور انبیاء علیھم السلام اسی کے لئے مبعوث کئے گئے ہیں۔ اس سے اسکی اہمیت معلوم ہوتی ہے۔

(حیاتِ ابرار ص:۲۹۴ تا ۲۹۸)

(۱۶)اس فریضے سے متعلق ہمارا حال

امر بالمعروف نھی عن المنکر اسلامی نقطہ نظر سے اس قدر عظیم فریضہ ہونے کے باوجود اس فریضے سے ہمارا تغافل دن بہ دن بڑھتا جارہا ہے، عوام تو عوام رہے خواص میں بھی اہتمام متروک ہوتا جارہا ہے، عوام کو تو اس کے احکام ہی کا علم نہیں

ہے بلکہ یہ بھی پتہ نہیں کہ یہ کام صرف علماء کرام کی ذمہ داری نہیں ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے کہ اپنے حدود میں لوگوں کو اچھی باتوں کا پابند کرے اور بری باتوں سے روکے، لیکن خواص یعنی علماء اور مبلغین تو اسکی اہمیت کو خوب جانتے ہیں، احکام سے بھی واقفہیں پھر بھی اس فریضے سے لاپرواہی برت رہے ہیں، آج سے ۷۰ رسال قبل شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحبؒ نے رسالہ" فضائلِ تبلیغ " لکھواتے وقت ہماری اس غفلت کا بڑی درد وکرب سے جو نقشہ کھینچا تھا وہ ہماری عبرت کیلئے آج بھی کافی ہے، فرماتے ہیں:

آج کل یہ خوبی سمجھی جاتی ہے کہ آدمی صلح کل رہے جس جگہ جائے ویسے ہی کہنے لگے، اسی کو کمال اور وسعتِ اخلاق سمجھا جاتا ہے، حالانکہ یہ علی الاطلاق غلط ہے، بلکہ جہاں امر بالمعروف وغیرہ قطعاً مفید نہ ہو ممکن ہے کہ صرف سکوت کی کچھ گنجائش نکل آوے نہ کہ ہاں میں ہاں ملانے کی لیکن جہاں مفید ہوسکتا ہے مثلاً اپنی اولاد، اپنے ماتحت، اپنے دست نگر لوگوں میں وہاں کسی طرح بھی یہ سکوت کمال اخلاق نہیں ہے بلکہ سکوت کرنے والا شرعاً وعرفاً خود مجرم ہے۔سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنے پڑوسیوں کو محبوب ہو اپنے بھائیوں میں محمود ہو اغلب یہ ہے کہ وہ (نہی عن المنکر کے سلسلہ میں) مداہن ہوگا۔متعدد روایات میں یہ مضمون آیا ہے کہ جب کوئی گناہ مخفی طور سے کیا جاتا ہے اس کی مضرت کرنے والے کو ہی ہوتی ہے لیکن جب کوئی گناہ کھلم کھلا کیا جاتا ہے اور لوگ اس کے روکنے پر قادر ہیں اور پھر نہیں روکتے تو اس کی مضرت اور نقصان بھی عام ہوتا ہے۔اب ہر شخص اپنی ہی حالت پر غور کرلے کہ کتنے معاصی اسکے علم میں ایسے کئے جاتے ہیں جن کو وہ روک سکتا ہے، پھر بھی بے توجہی، لاپرواہی، بے التفاتی سے کام لیتا ہے اور اس سے بڑھ کر ظلم یہ ہے کہ کوئی اللہ کا بندہ اسکو روکنے کی کوشش کرتا ہے تو اس کی مخالفت کی جاتی ہے، اس کو کوتاہ نظر بتلایا جاتا ہے

،اس کی اعانت کرنے کے بجائے اس کا مقابلہ کیا جاتا ہے، فَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ

ایک اور حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

میرے مخلص بزرگو! اور ترقیٔ اسلام و مسلمین کے خواہشمند دوستو! یہ ہیں مسلمانوں کے تباہی کے اسباب اور روز افزوں بربادی کی وجوہ، ہر شخص اجنبیوں کو نہیں ، برابر والوں کو نہیں، اپنے گھر کے لوگوں کو اپنے چھوٹوں کو اپنی اولاد کو اپنے ماتحتوں کو ایک لمحہ اس نظر سے دیکھ لے کہ کتنے کھلے ہوئے معاصی میں وہ لوگ مبتلا ہیں، اور آپ حضرات اپنی ذاتی وجاہت اور اثر سے ان کو روکتے ہیں یا نہیں؟ اور آپ کے دل میں کسی وقت اس کا خطرہ بھی گذرجاتا ہے کہ یہ لاڈلا بیٹا کیا کررہا ہے، اگر وہ حکومت کا کوئی جرم کرلیتا ہے، جرم بھی نہیں بلکہ صرف سیاسی مجالس میں شرکت بھی کر لیتا ہے تو آپ کو فکر ہوتی ہے کہ کہیں ہم نہ ملوّث ہوجائیں اس کو تنبیہ کیجاتی ہے۔اور اپنی صفائی اور تبرّی کی تدبیریں اختیار کی جاتی ہیں مگر کہیں احکم الحاکمین کے مجرم کے ساتھ بھی وہی برتاؤ کیا جاتا ہے جو معمولی حاکم عارضی کے مجرم کیساتھ کیا جاتا ہے؟ آپ خود جانتے ہیں کہ پیارا بیٹا شطرنج کا شوقین ہے تاش سے دل بہلاتا ہے نماز کئی کئی وقت کی اُڑادیتا ہے، مگر افسوس کہ آپ کے منہ سے کبھی حرفِ غلط کی طرح بھی یہ نہیں نکلتا کہ کیا کررہے ہو یہ مسلمانوں کے کام نہیں ہے حالانکہ آپ اس کے ساتھ کھانا پینا چھوڑ دینے کے بھی مامور تھے جیسا کہ پہلے گذرچکا ہے۔

ببین تفاوت راہ ازکجا است تا بکجا

ایسے بہت سے لوگ ملیں گے جو اپنے لڑکے سے اس لئے ناخوش ہیں کہ وہ عہدی ہے گھر پڑا رہتا ہے، ملازمت کی سعی نہیں کرتا یا دکان کا کام تندہی سے نہیں کرتا ہے، لیکن ایسے لوگ بہت کم ملیں گے جو لڑکے سے اس لئے ناراض ہوں کہ وہ

جماعت کی پرواہ نہیں کرتا یا نماز قضا کر دیتا ہے۔اگر صرف آخرت کا ہی وبال ہوتا تب بھی یہ اموراس قابل تھے کہ ان سے کوسوں دور بھا گا جاتا لیکن قیامت تو یہ ہے کہ اس دنیا کی تباہیھی جس کو ہم عملاً آخرت سے مقدم سمجھتے ہیں انھیں امور کی وجہ سے ہے۔ غور تو کیجئے اس اندھے پن کی کوئی حد ہے! **من کا ن فی ھذہ اعمیٰ فھو فی الآخرۃ اعمیٰ** حقیقی بات یہ ہے کہ **ختم اللہ علی قلوبھم وعلی سمعھم وعلی ابصارھم غشاوۃ** کا پرتو ہے۔

ایک اور موقعہ پر مسلمانوں کی دینی وظاہری ترقی کیلئے بھی اسی کام کے ضروری ہونے پر زور دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

اے بہی خواہانِ قوم! ترقی اسلام اور ترقی مسلمین کیلئے ہر شخص کوشاں اور ساعی ہے، لیکن جو اسباب اس کیلئے اختیار کئے جارہے ہیں وہ تنزل کی طرف لے جانے والے ہیں، اگر درحقیقت تم اپنے رسول ﷺ کو سچا رسول سمجھتے ہو، ان کی تعلیم کو سچی تعلیم سمجھتے ہو تو پھر کیا وجہ ہے کہ جس چیز کو وہ سبب مرض بتا رہے ہیں، جن چیزوں کو وہ بیماری کی جڑ فرما رہے ہیں، وہی چیز تمہارے نزدیک سببِ شفا وصحت قرار پا رہی ہے، نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ کوئی شخص اس وقت تک مسلمان نہیں ہوسکتا جب تک کہ اسکی خواہش اُس دین کے تابع نہ ہوجائے جس کو میں لیکر آیا ہوں! لیکن تمہاری رائے یہ ہیکہ مذہب کی آڑ کو بیچ سے ہٹا دیا جائے تا کہ ہم بھی دیگر اقوام کی طرح ترقی کرسکیں۔

ایک جگہ ہماری اس غفلت پر تبصرہ کرتے ہوئے میر کا یہ شعر نقل فرمایا ہے ؎

میر کس قدر سادہ ہیں بیمار ہوئے جس کے سبب
اسی عطار کے بیٹے سے دوا لیتے ہیں

یعنی جس فریضے کو ادا نہ کرنے کی وجہ سے معاشرۂ اسلامی تباہی و بربادی کے اس مرحلے پر پہونچ چکا ہے کہ اسے دیکھ کر ناطقہ سر بگریباں ہے اور حیاء سر پیٹ رہی ہے،

ہماری بے حسی اور فکری دیوالیہ پن کی انتہا یہ ہے کہ اس تباہی و بربادی سے نجات اور مشکل کا حل بھی ہمیں اس میں نظر آرہا ہے کہ اس فریضۂ امر و نہی کو حکمۃً و مصلحۃً ترک کردیا جائے، تساہل اور تسامح سے کام لیا جائے۔ فیاللعجب!

اس سلسلہ میں ہماری غفلت کی صورتحال پر تذکیری نظر ڈالنے کے لئے خود کچھ لکھنے کے بجائے حضرت شیخ الحدیثؒ کے دردمند دل سے نکلے ہوئے چند کلمات کو ـــــ ان کے علماء ودعاۃ دونوں کے نزدیک قابلِ قدر اور لائقِ اتباع بزرگ ہونیکی وجہ سے ـــــ بہت کافی سمجھ کر اسی کو نقل کردیا گیا ہے، ہمارے حضرت محی السنۃؒ بھی اپنے استاد گرامی کی انہی عبارتوں کو اس فریضے سے غفلت دور کرنے کے واسطے "فضائلِ اعمال" ہاتھ میں لیکر پڑھ کر سناتے تھے اور بڑے درد سے سناتے تھے، کبھی کبھی ان کے شاگرد ہونے کا ذکر بھی فخر سے فرماتے تھے، اس لئے اسی پر اکتفاء کیا جاتا ہے ۔ اللہ کرے کہ ہم اس فریضہ کی ادائیگی میں ہونیوالی غفلت و بے حسی کو سمجھیں اور اس سے نکلنے کی کوشش کریں، تاکہ پوری امتِ مسلمہ کا بھلا ہو۔ اس مضمون کا اختتام بھی تبرکاً حضرت شیخ الحدیثؒ ہی کی ایک دردمندانہ اپیل پر کیا جاتا ہے۔

(١٧) ایک دردمندانہ اپیل

اخیر میں ایک ضروری گذارش یہ ہے کہ بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ فتنہ کے زمانہ میں جب کہ بخل کی اطاعت ہونے لگے اور خواہشات کا اتباع کیا جائے! دنیا کو دین پر ترجیح دی جائے، ہر شخص اپنی رائے کو پسند کرے، دوسرے کی نہ سنے اس وقت میں نبی کریم ﷺ نے دوسروں کی اصلاح چھوڑ کر یکسوئی کا حکم فرمایا ہے، مگر مشائخ کے نزدیک ابھی وہ وقت نہیں آیا ہے اس لئے جو کچھ کرنا ہے کرلو، خدا نہ کرے کہ وہ وقت دیکھتی آنکھوں آپہونچے کہ اسوقت کسی قسم کی اصلاح ممکن نہ ہوگی، نیز ان عیوب سے جن کا ذکر اس حدیث شریف میں وارد ہوا ہے، اہتمام سے بچنا ضروری ہیکہ یہ

فتنوں کے دروازے ہیں، ان کے بعد سراسر فتنے ہی فتنے ہیں نبی کریم ﷺ نے ایک حدیث میں انکو ہلاک کر دینے والی چیزوں میں شمار فرمایا ہے۔

اللھم احفظنا من الفتن ما ظھر منھا وما بطن ۔

مذکورہ حدیث میں ظاہر کردہ خطرناک فتنے

بخل کی اطاعت　　　خواہشات کی پیروی

دنیا کو دین پر مقدم کرنا　　　خودرائی اور اس پر اصرار

خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوبؒ فرماتے ہیں ۔

دل میں لگا کے ان کی لَو　　　کردے جہاں میں نشر ضَو

شمعیں تو جل رہی ہیں سَو　　　بزم میں مگر روشنی نہیں

محی السنۃ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے آخری ملاقات اور یادگار مجلس

از

مولانا مفتی سبیل احمد صاحب زید مجدہ (ناظم مدرسہ رفیق العلوم آمبور)

گذشتہ دنوں جب کہ احقر محترم ومکرم مولانا محمد عبد القوی صاحب زید مجد ہم ناظم ادارہ اشرف العلوم حیدر آباد کو ایک پروگرام میں مدعو کر کے انہیں لینے کے لئے ایر پورٹ پہونچا تھا، قیام گاہ آتے ہوئے راستہ میں معدن التقویٰ محی السنۃ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر نکلا، مولانا نے فرمایا کہ: حضرت رحمہ اللہ کا اصل مشن ''امر بالمعروف کے ساتھ نہی عن المنکر'' کے فریضے کو عملی جد وجہد میں مساوی مرتبہ ومتوازی مقام دلانا تھا، جبکہ امت عملاً ایسا نہیں کر رہی ہے، ان کی فکر اور درد کو عام کرنے کیلئے میں ایک مضمون ''امر بالمعروف ونہی عن المنکر ایک فریضہ لازمہ'' کے عنوان سے لکھ رہا ہوں، اسپر مجھے فوراً بمبئی میں حضرت محی السنہؒ کی خدمت میں میری آخری حاضری وملاقات کا منظر یاد آ گیا، جس میں حضرتؒ نے باوجود ضعف ونقاہت اور معالج کی طرف سے گفتگو سے سختی کے ساتھ منع کئے جانے کے نہی عن المنکر کے فریضے سے اجتماعی غفلت پر اپنے درد کا اظہار فرمایا تھا۔ جب میں نے اس مجلس کی چند یادگار باتیں سنائیں تو مولانا نے مجھ سے خواہش ظاہر فرمائی کہ یہ باتیں تحریر کر کے دیدیجئے تا کہ میں اپنے مضمون میں شامل کرلوں، میں ـــــ یہ سوچ کر کہ حضرتؒ کے دردِ دل کی یہ امانت اگر اللہ تعالیٰ کے بندوں تک پہونچ جائے تو ہوسکتا ہے کہ اللہ کے باتوفیق بندوں کو اس کی کما حقہ قدر کرنے کی توفیق مل جائے

۔۔۔۔۔۔۔۔اس مجلس کے ملفوظات درجِ ذیل کر رہا ہوں۔دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولانا موصوف زید مجدھم اوران کی دینی علمی وعملی خدمات کوقبول فرمائے،اورامت کوقدر کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔

سبیل احمد غفرلہ

خادم مدرسہ رفیق العلوم آمبور

میں اور برادرمحترم مولانا مفتی صلاح الدین صاحب امام جامع مسجد آمبور ملاقات وعیادت کی غرض سے ''ابراھیم پیالیس ممبئی'' میں حاضر خدمت تھے،حضرت والانے بہت ہی اکرام اورشفقت ومحبت سے نہ صرف ملاقات فرمائی بلکہ بڑی اہم اور قیمتی نصیحتیں فرمائیں، پھرحسب معمول اپنے موضوع کی طرف آگئے،اورتعوذ وتسمیہ کے بعدقرآن کریم کی آیت **ولتکن منکم امة یدعون الی الخیر الآیة** تلاوت فرما کرارشادفرمایا:

(۱) قرآن کریم میں جہاں جہاں امربالمعروف کا ذکر ہے نہی عن المنکر کا بھی ذکر ہے، پھرکیا وجہ ہے کہ امر بالمعروف کے سلسلہ میں تو مختلف عنوانوں اورترتیبوں سے کام ہورہاہے،انفرادی بھی ہورہاہےاجتماعی بھی ہورہاہے،لیکن نہی عن المنکر کے سلسلہ میں کوئی باقاعدہ تنظیم یاجماعت کام نہیں کررہی ہے، بڑی غفلت برتی جارہی ہے اگریہی حال رہاتو پھردھیرے دھیرے یہ صورت حال ہوجائیگی کہ لوگوں کے پاس نیکیوں کی تولمبی لمبی فہرستیں ہوں گی اوران پرعمل بھی ہوگا،مگراسی کے ساتھ گناہوں کا اعمال نامہ بھی بھرا ہواہوگا،طرح طرح کے منکرات ومحرمات میں مبتلا ہوں گے، دیکھئے جسمانی بیماراگردواؤں ٹانکوں کا استعمال تو اہتمام سے کرتا ہے مگر مُضر غذاؤں سے پرہیز کا انتظام نہیں کرتا تو وہ کیسے صحت یاب ہوسکتا ہے؟اسی طرح روحانی اعتبار سے نیکیوں کا اہتمام دوا اورغذا کی جگہ پر ہے اور گناہوں کا ارتکاب بدپرہیزی کی طرح ہےاس لئے اللہ تعالیٰ اوراس کے رسولؐ نے صرف امــــــــر

بالمعروف کو کافی نہیں سمجھا، **نہی عن المنکر** کو بھی اس کے ساتھ ضروری قرار دیا حتی کہ بیان کرتے وقت بھی ہمیشہ اسطرح جوڑ کر بیان کیا کہ ایک دوسرے کیلئے لازم وملزوم معلوم ہو۔ اسکے باوجود عوام تو عوام خواص بھی اس معاملہ میں اکثر غافل ہی ہیں کہ منکرات وفواحش کا سیلاب امنڈ رہا ہے مگر اسکو روکنے کی جیسی کوشش ہونی چاہئے نہیں ہو رہی ہے۔

(۲) میں نے عرض کیا کہ فرقِ ضالہ کی تردید کے سلسلہ میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ کیونکہ بہت سے اہل علم بھی یہ کہتے ہیں کہ اس سے انتشار ہوتا ہے، اس پر حضرت والاؒ نے بڑے ہی درد وغم کے ساتھ فرمایا:

فرقِ باطلہ تو سب سے بڑا منکر ہیں، کیونکہ یہ تھانہ پر حملہ ہے، ظاہر ہے کہ اس سے پوری بستی متاثر ہوتی ہے، یعنی ان باطل تحریکوں اور دعوتوں سے براہِ راست عقائد خراب ہوتے ہیں، اگر ایمان پر حملہ ہوگا تو دین کہاں بچے گا؟ اسلئے ان سے امت کو بچانا اور محفوظ رکھنا تو ہمارا اولین فریضہ ہے، اللہ پاک موجودہ کوتاہی کو معاف فرما کر اس ذمہ داری کو ادا کرنیکی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(۳) میں نے عرض کیا ہمارے جنوبی علاقوں میں بعض خواص کا بھی خیال ہے کہ ان فرقوں کو چھیڑنے سے اور بڑھتے ہیں اسلئے انہیں چھیڑنا نہیں چاہئے اس پر آبدیدہ ہو کر ارشاد فرمایا:

غلط کہتے ہیں فتنے کو چھیڑنے سے چھڑتا تو ہے مگر بڑھتا نہیں، جبکہ چھوڑ دینے سے بڑھتا رہتا ہے، نہ بڑھنا کچھ کم کامیابی ہے؟ اگر ان کا تعاقب کیا جائے تو جتنے کے اتنے رہیں گے، اگر نہ کیا جائے تو ایک کے دس ہوں گے اب آپ ہی سوچئے کہ چھوڑ کر بڑھتے رہنے دینا بہتر ہے یا چھیڑ کر بڑھنے سے روک دینا صحیح ہے۔ ہمارے اکابر نے یہی کام کیا ہے کہ ہر فتنہ سے لوگوں کو باخبر کیا ہے، باطل کو باطل کہا ہے، بعض لوگ ناراض ہوئے مگر حق کا احقاق تو ہو گیا۔